امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 رجب المرجب 1438ھ بمطابق مئی 2017ء شمارہ 3

امریکیوں کی نظر میں اپنے کاسہ لیسوں کی قیمت

بلخ حملہ اور چند سوالات

ملا اختر محمد منصور شہید کیا کر گئے۔۔؟!

امریکہ نے افغانستان میں کیا کھویا کیا پایا؟

کابل کی جمہوریت میں میڈیا کی فریاد

مغربی میڈیا امریکی شکست کا چرچا کر رہا ہے

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال: لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير في يوم مائة مرة، كانت له عدل عشر رقاب، وكتبت له مائة حسنة، ومحيت عنه مائة سيئة، وكانت له حرزا من الشيطان يومه ذلك حتى يمسي، ولم يأت أحد بأفضل مما جاء به إلا رجل عمل أكثر منه" (رواہ البخاری ومسلم)

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سو دفعہ کہا "لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شئی قدیر" تو وہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب کا مستحق ہوگا اوراس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اوراس کے سو غلط کاریاں محو کردی جائیں گی اور یہ عمل اس کے لیے اس دن شام تک شیطان کے حملے سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا اور کسی آدمی کا عمل اس کے عمل سے افضل نہ ہوگا سوائے اس آدمی کے جس نے اس سے بھی زیادہ عمل کیا ہو۔

فرمان امیرالمومنین هبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

جب مجاہدین عظیم امتحان میں کامیاب ہوجائیں توانہیں خصوصی طور پر درج ذیل نکات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے: نیت خالص اللہ تعالی کے لیے ہو۔ تمام مجاہدین خود کو تقوی سے مزین کریں۔ اللہ تعالی کا شکر ادا کریں، جس نے جہاد کے مقدس فریضے کی توفیق دی۔ عدل کریں۔ حسن سلوک کو زندگی کا لازمی حصہ بنائیں۔ غرور، خودپسندی، ظلم اور غداری سے بچیں۔ قوم پرستی، علاقائی، لسانی اور دوست پرستی سے شدید گریز کریں۔ امتیازات صرف اور صرف تقوی اور امانت داری کے بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ آپس میں اعتماد اور بھائی چارے کی فضا قائم کریں۔ ایسے حرکات سے بچیں، جو آپس میں بے اعتمادی کو جنم دیں۔ مجاہد بھائی اپنی صفوف میں امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو ہرگز نظرانداز نہ کریں۔ نماز باجماعت ادا کریں۔ بیت المال میں خیانت سے بچیں۔ شہداء اور قیدیوں کی اولادوں کی بہتر کفالت کری۔ انہیں کبھی فراموش نہ کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۶/ رجب ۱۴۳۸ — مئی ۲۰۱۷ / شمارہ ۳

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

امریکیوں کی نظر میں اپنے کاسہ لیسوں کی قیمت	2
ملا عبدالسلام بریالی شہید کی زندگی اور کارناموں کا جائزہ	3
شہید امیر المومنین ملا اختر محمد منصور اپنی قوم کے لئے فکرمند تھے	9
امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور میدان کارزار اور سیاست کے مجدد	11
امریکہ نے افغانستان میں کیا کھویا کیا پایا؟	13
منصوری عملیات کے تحت مفتوحہ علاقوں کی دوبارہ تعمیر کی پالیسی	15
اسلامی تہذیب و مغربی تہذیب۔۔۔۔۔ ایک تقابلی جائزہ	16
اسلام کے ساتھ یہ کھلواڑ	18
کابل کی جمہوریت میں میڈیا کی فریاد	19
بلخ حملہ اور چند سوالات	20
جہاد کے ڈاکوؤں سے ہشیار رہیے!	22
شاہین چھاونی میں ہونے والی کارروائی کے ماسٹر مائنڈ مجاہد عبید اللہ حسام سے گفتگو	24
مغربی میڈیا امریکی شکست کا چرچا کر رہا ہے	27
حکمت یار کے گرم لفظی حملے اور طالبان کا خاموش رد عمل	29
منصوری عملیات کی کامیابی کا راز کیا ہے؟	31
ہمارے تجزیہ کار طالبان کی کامیابی کیوں تسلیم نہیں کرتے	32
شاہین فوجی چھاونی پر فوجی عملیات	34
منصوری عملیات کی پہلی کامیابیاں	35
ملی اردو کے حضور	36
ملا اختر منصور شہید کیا کر گئے..؟!	37
ٹرمپ کو کابل کی حمایت سے کیا ملے گا؟	38
جنگی جرائم (مارچ 2017)	39
افغانستان مارچ 2017 میں	41

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

امریکیوں کی نظر میں اپنے کاسہ لیسوں کی قیمت

ہم مانتے ہیں کہ دنیا میں وسائل اور اسباب کے بغیر جنگ کو آگے نہیں بڑھایا جاسکتا، یہ ہم بھی مانتے ہیں اور ہمارا دشمن بھی۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور مضبوط تر وسائل کے حصول کے لیے کوشش اور دشمن سے لڑنے کے لیے خوب تیاری ہمارے رب کا حکم ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ دشمن پر غلبہ اور کامیابی حاصل کرنے کا تعلق صرف اسباب و وسائل سے ہے۔ اس لئے کہ کامیابی اور ناکامی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، اگر وہ ہمیں کامیابی سے ہم کنار کررہا ہے تو یہ اس کا فضل و کرم ہے۔

ہاں بعض معنوی اسباب ایسے ضرور ہیں جن کی موجودگی میں کامیابی اور دشمن پر غلبہ تقریباً یقینی ہوتا ہے، جن میں ایمان و اخلاص کے ساتھ ساتھ جنگ میں طویل قربانیوں کا حوصلہ رکھنا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے جس بحمد اللہ ہماری غیور ملت مالا مال ہے۔

ہمارے بارے میں ایک غلط تصور ہے کہ ہم صرف ایک جنگجو قوم ہیں، یا جنگ ہمارا محبوب مشغلہ ہے۔ ایسا بالکل نہیں بلکہ ہمیں جنگ سے ہونے والے نقصانات کا ادراک ہے، ہم امن و امان کی قدر و قیمت سے واقف ہیں، راحت و آرام اور سکون سے بھرپور زندگی کو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت گردانتے ہیں، اپنے اور اپنی عوام کے لیے اسی طرح کی زندگی کے خواہشمند ہیں۔ اور بلا موجب دوسروں کی زندگی کے آرام و سکون کو برباد نہیں کرتے اور نہ کبھی کیا ہے۔ ہم نے کبھی کسی پر جنگ مسلط نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ہم پر غاصب قوتوں کی جانب سے جنگیں مسلط کی گئیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم پر مسلط کی گئی ہر جنگ میں ہمیں فتح عطا فرمائی ہے اور دشمن کو منہ کی کھانے پڑی ہے۔ اور یہ سب کچھ دشمن کے خلاف جنگ میں طویل قربانیوں کا جذبہ اور حوصلہ رکھنے کی بدولت ہوا ہے۔ ہم اسے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں اور خوش قسمتی سے ہمارے تمام دشمن اس نعمت سے محروم ہیں۔

پورے خطے میں امریکہ کے مذموم منصوبوں کی تکمیل اور خطے کے سطح پر تمام تر مادی فوائد کا حصول افغانستان کے قبضے پر منحصر ہے، یہی وجہ ہے امریکہ افغانستان پر مستقل قبضہ جمانے کی خاطر بڑی کوششیں کررہا ہے۔ یہاں بڑے بڑے مالی اور جانی نقصانات برداشت کررہا ہے اور افغانستان میں جاری جنگ امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ بنتی جارہی ہے لیکن قوم میں قربانی کا جذبہ اور حوصلہ نہیں تو نہ صرف عوام میں بلکہ ان اخبارات اور جرائد میں بھی جو کہ امریکہ کے ترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں، اس بے فائدہ اور لاحاصل جنگ کے خلاف آوازیں اٹھنا شروع ہوگئیں ہیں۔

مثلاً چند دن پہلے "واشنگٹن ٹائمز" نے لکھا کہ: ویتنام کی طرح افغانستان کی جنگ میں بھی کامیابی کے چانسز نہیں ہیں اور اس سولہ سالہ لاحاصل جنگ کے بعد بھی امید کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی، افغانستان ایک عام امریکی فوجی کی ہڈیوں کی قیمت کے برابر بھی نہیں، اور اگر کانگریس نے 30 دن کے اندر اندر افغانستان میں طالبان اور دیگر مسلح گروپس کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا تو ٹرمپ افغانستان سے تمام امریکی فوجوں کو نکال کر امریکہ واپس بلائے۔

امریکی روزنامہ "واشنگٹن ٹائمز" مزید لکھتا ہے کہ: "امریکہ کے نئے صدر ایک بے فائدہ و غیر قانونی جنگ کا وارث ہے، وہ جنگ جس کا سالانہ خرچ 128 ارب ڈالرز ہے جو یومیہ 300 ملین ڈالر بنتے ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ قانون کی طرف رجوع کرکے افغانستان کی لڑائی سے جان چھڑا سکتا ہے۔ امریکی قانون کے دفعہ نمبر 11 کے مطابق جنگ کے آغاز اور اختتام کا اعلان کانگریس کی ذمہ داری ہے، افغانوں کی وفاداری محدود ہے یہ لوگ صرف بیرونی غاصبین کے خلاف متحد ہوتے ہیں"۔

روزنامہ لکھتا ہے کہ: افغانستان سے امریکی فوج کا نکل جانا امریکہ کے لیے کسی بھی قسم کے خطرے کا باعث نہیں، ہم ویتنام سے نکل آئے لیکن اس کے بعد سے اب تک ویتنام نے ہم پر حملہ نہیں کیا۔ اسی طرح ہم فلپائن کلارک کے ہوائی بیس اور سوبیک کے بحری بیس سے نکل آئے لیکن اس کے بعد ان کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ درپیش نہیں آیا۔

واشنگٹن ٹائمز کی یہ بات صرف ایک کالم نگار یا ادارے کے انکشافات نہیں بلکہ واشنگٹن ٹائمز اور دیگر دو تین موقر جرائد میں جو کچھ چھپتا ہے وہ امریکی عوام کی آواز ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ کئی امریکی سیاسی لیڈر، اسلحہ ساز فیکٹریوں کے مالکان اور بدنام زمانہ خفیہ ایجنسیاں افغانستان میں جنگ کو جاری رکھنا چاہتی ہیں اس لئے کہ اس جنگ کو جاری رکھنے میں ہی ان کا فائدہ ہی فائدہ ہے لیکن امریکی عوام وہی چاہتی ہے جو کچھ واشنگٹن ٹائمز نے لکھا ہے۔ امریکی مادیات کے حریص اور اپنے اہداف کے حصول میں بڑے ظالم ہیں۔ انہوں نے دنیا میں جس کے خلاف بھی ہتھیار اٹھائے ہیں صرف مادی فوائد کے لیے اٹھائے ہیں، جہاں بھی حملہ کیا ہے وہاں لاکھوں لوگوں کو موت کا نوالہ بنا گئے ہیں۔

حرص، لالچ اور ظلم کے ساتھ ساتھ یہ لوگ انتہائی بے وفا اور مطلب پرست واقع ہوئے ہیں۔ جہاں بھی اپنے اہداف کے حصول سے مکمل ناامید ہوجاتے ہیں تو پھر کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں کرتے اور انجام کا انتظار کئے بغیر رفوچکر ہوجاتے ہیں، پھر یہاں صرف کئے گئے کروڑوں ڈالر ان کو روک سکتے ہیں اور نہ ہی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے فوجیوں کی روحیں۔ اپنے کاسہ لیس اور غلاموں کو یوں بے یار و مددگار چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں جیسے انہیں کبھی دیکھا بھی نہ ہو اور کہتے ہیں کہ تم سب ایک امریکی فوجی کے ہڈیوں کے برابر بھی نہیں ہو۔

واشنگٹن ٹائمز کا صرف یہ ایک جملہ کہ "پورا افغانستان ایک معمولی فوجی کے ہڈیوں کی قیمت نہیں رکھتا" امریکہ کی اصلیت پوری دنیا کے سامنے واضح کرتا ہے کہ امریکی جہاں بھی ہوں وہ صرف اپنے فائدے کا سوچتا ہے اور اس کی ہر نقل و حرکت صرف اور صرف اپنے اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اور جب ان کے اہداف و مقاصد پورے نہ ہو رہے ہوں اور انہیں خاطر خواہ فائدہ نہ مل رہا ہو تو کسی بھی ملک و قوم کے ساتھ تعلق کی ان کے ہاں کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ ہر وہ ملک و قوم جو اپنے خیال میں امریکہ کو اپنا دوست سمجھتا ہے امریکہ اس پورے ملک کو اپنے ایک فوجی کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

اس میں ان تمام ممالک کے لیے درس عبرت ہے جو خود کو امریکہ کا دوست اور امریکہ کو اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ مگر کاش کہ وہ عبرت حاصل کریں۔

ملا عبد السلام بریالی شہید کی زندگی اور کارناموں کا جائزہ

قاری عبد الستار سعید

رواں سال مارچ میں امارت اسلامیہ کے سینئر رہنما اور صوبہ قندوز کے گورنر ملا عبد السلام بریالی امریکی ڈرون حملے میں شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے ملا عبد السلام کا شمار ان سینئر اور اہم جہادی شخصیات میں ہوتا تھا جنہوں نے زندگی بھر پہلے فساد اور پھر امریکی یلغار کے خلاف جہاد کیا، ان کی شہادت کے بعد ہر سطح پر مختلف حلقوں کی جانب سے بڑے پیمانے پر رد عمل سامنے آیا، امارت اسلامیہ نے خصوصی اعلامیہ جاری کیا، سوشل میڈیا پر ان کی شہادت کے حوالے سے خصوصی مضامین، تعزیتی پیغامات اور مقالے شائع ہوئے، قندوز کے علاوہ مختلف علاقوں میں فاتحہ خوانی اور تعزیتی اجتماعات منعقد ہوئے، دشمن نے ان کی شہادت کے بارے میں اعلی سطح پر اظہار خیال کیا اور اس سلسلے میں اشرف غنی نے فوجیوں کی ایک تقریب سے خطاب کے دوران ان کا ذکر کیا اور انہیں طالبان کے ایک اہم رہنما قرار دیا اور بعد ازاں امریکہ کے اعلی فوجی کمانڈر جنرل نکلسن نے ملا عبد السلام کی شہادت کے سانحہ کو اپنے لئے اہم کامیابی قرار دیا۔

درج ذیل سطور میں جہادی تحریک کے روح رواں اور بہادر غازی کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ملا عبد السلام بریالی شہید کی شخصیت کے بارے میں چند حقائق طشت ازبام کریں گے۔

ملا عبد السلام بریالی شہید

ملا عبد السلام ولد محمد سرور نے سن 1355 ہجری میں صوبہ قندوز ضلع دشت آرچی کے سرفراز تنیہ گاؤں میں ایک نیک اور پارسا خاندان میں آنکھ کھولی ، ابھی وہ بہت کم سن تھے کہ افغانستان پر سوویت یونین نے فوج کشی کی اور ملک بھر میں روسی یلغار کے خلاف جہاد شروع ہوا، ملا عبد السلام کے خاندان نے بھی دیگر لاکھوں افغان عوام کی طرح ملک کی جنوبی سرحد کی طرف ہجرت کر کے بلوچستان کے علاقہ جنگل پیر علیزئی کے ایک مہاجر کیمپ میں آباد ہو گئے۔

ملا عبد السلام اخوند وہاں ہجرت کے ماحول میں جوان ہوئے، ابتدائی عصری تعلیم اور بعد ازاں دینی علوم کے حصول کے لئے کمر کس لی، ابھی تک حصول علم سے پوری طرح فیض یاب نہیں ہوئے تھے کہ افغانستان میں فساد، لاقانونیت اور افراتفری کے خلاف طالبان کی اسلامی تحریک کا آغاز ہوا، ملا عبد السلام نے حصول علم کا سلسلہ درمیان میں چھوڑ دیا اور نوخیز نوجوانی کی عمر میں [اس وقت ان کے چہرے پر داڑھی کے صرف آثار نظر آرہے تھے] طالبان کی اسلامی تحریک کے ساتھ منسلک ہو گئے۔

طالبان اسلامی تحریک میں ایک فرد کی حیثیت سے

مولوی محمد رحیم کہتے ہیں: جس وقت طالبان نے قندھار اور ہلمند کے لشکر گاہ کو فتح کیا تھا لیکن ہلمند کے شمالی اضلاع موسی قلعہ اور نگئی پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے منصوبہ بندی کر رہے تھے اس وقت پہلی بار ملا عبد السلام کو دیکھا جو بعد ازاں قندہار سے ہلمند کے ضلع موسی قلعہ کے طرف روانہ ہوئے، ملا عبد السلام اخند ایک بہادر مجاہد تھے جہاد سے ان کا دلی لگاؤ تھا، طالبان اسلامی تحریک کے ابتدائی دور میں وہ مولوی عبد العلی صاحب کے ہمراہ تھے، ہلمند کو فتح کرنے کے بعد وہ صوبہ میدان وردگ اس کے بعد صوبہ لوگر گئے، کچھ عرصہ بعد کابل کے جنوبی علاقے ریشخور و میں جہادی خدمات انجام دیں اور اس کے بعد کابل فتح ہونے تک میدان شہر کے علاقہ کوہ قرغ میں جہادی خدمت میں مصروف تھے۔

کابل کی فتح کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خیر خانہ درہ کے قریب سولہویں ڈویژن میں خدمات انجام دیتے تھے ،بعد ازاں شمالی محاذ پر گئے ، ملا عبد السلام ایک لمبے عرصے تک قراباغ اور کلکان کی دفاعی لائنوں میں خدمات انجام دیتے رہے، جبل السراج اور گلبہار پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد طالبان نے وادی پنجشیر کے علاقہ دالان سنگ میں فرنٹ لائن کے مورچے قائم کئے، ملا عبد السلام اخوند بھی یہاں ایک سنگلاخ پہاڑی علاقے میں جہادی خدمات انجام دینے میں مصروف ہوئے لیکن ایک دن شدید لڑائی کے دوران زخمی ہوئے اور علاج کے لیے انہیں علاقے سے منتقل کر دیا گیا۔

صحت یابی کے بعد ایک بار پھر شمالی علاقوں میں فرنٹ لائن کا رخ کیا، جب شمالی صوبوں میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو موصوف صوبہ سمنگان تشریف لے گئے، امریکی حملے سے آٹھ ماہ قبل وہاں سے پلخمری گئے اور یہاں سے تخار میں بھی جہادی کارروائیوں کی ذمہ داری انجام دینے کے لئے جاتے تھے، موصوف امریکی یلغار کے وقت تک وہاں خدمات انجام دینے میں مصروف تھے۔

قندوز کا محاصرہ اور شبرغان جیل

ملا عبدالسلام اخند بھی دیگر ہزاروں مجاہدین کی طرح امریکی یلغار کے دوران قندوز میں محاصرہ ہوگئے، اس وقت وہ ہر طرف سے گھیرے میں لئے گئے تھے اور اوپر سے وحشیانہ بمباری شروع تھی، ایک بہت مشکل دور تھا، اس دوران کچھ ساتھیوں نے ذاتی رابطوں کی بناء پر ناکہ بندی سے خود کو بچانے کی کوشش کی اور انہیں بھی اس کی پیشکش کی لیکن انہوں نے جواب دیا کہ میں کس طرح ایک طویل وقت کے اپنے دوستوں اور نابلد مہاجر مجاہدین کو ایسا ہی چھوڑ دوں اور اپنی زندگی بچانے کی کوشش کروں، حالانکہ قندوز ان کا اپنا صوبہ تھا اور وہ بڑی آسانی سے دوستم کے کنٹینر اور جیل سے خود کو بچا سکتے تھے مگر انہوں نے اس مشکل دور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ وفاداری نبھائی اور وہی راستہ اختیار کیا جس پر تمام مجاہدین نے مشاورت کے بعد اتفاق کیا تھا۔

ملا عبدالسلام اخند بھی دیگر ہزاروں مجاہدین کے ہمراہ معاہدے کے تحت مزار شریف کی طرف روانہ ہوئے لیکن دوستم نے ان کے ساتھ تاریخی غداری کی، انہیں محفوظ راستہ دینے کے بجائے کنٹینرز میں ڈال دیا جن میں ہزاروں مجاہدین شہید ہوگئے جبکہ ملا عبدالسلام اخند کے اکثر ساتھی شہید ہوگئے تھے اور انہیں بے ہوشی کی حالت میں کنٹینر سے زندہ نکال دیا گیا تھا۔

بعد ازاں انہوں نے آٹھ ماہ شبرغان جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، یہ جیل ظلم اور بربریت کے نام سے مشہور اور بدنام تھا کیونکہ اس جیل میں مظلوم قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جاتے تھے، ملا محمد رحیم اخوند نے اس وقت ان کی رہائی کے لئے بہت کوششیں کیں اور بالآخر بھاری رقم دیکر انہیں بدنام زمانہ جیل سے رہا کر دیا، ملا محمد رحیم کہتے ہیں کہ جب وہ جیل سے رہا ہوگئے تو انہوں نے سب سے پہلے مجھے یہ بات کہی کہ آپ یہاں کچھ واقف ہوگئے ہیں اور قیدیوں کی رہائی کا طریقہ کار سمجھتے ہیں، یہاں بہت غریب مجاہدین قیدی ہیں، میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ یہاں رہ کر مجاہدین کی رہائی کے لئے کوششیں تیز کریں، میں جا کر جس طریقے سے بھی ممکن ہو، آپ کو پیسے بھیج دوں گا تاکہ دیگر قیدی مجاہدین کو بھی رہا کیا جاسکے۔

امریکیوں کے خلاف دوبارہ جہاد شروع کر دیا

شبرغان جیل سے رہائی کے بعد انہوں نے جنوبی افغانستان کا رخ کیا، کچھ عرصہ ہرانے یونٹ میں جہادی خدمات انجام دیں اور بعد ازاں امارت اسلامیہ نے ان کے لئے علیحدہ جہادی یونٹ کی منظوری دے دی جس کے وہ سربراہ مقرر کئے گئے۔

اس مرحلے میں قندھار کے سپین بولدک، معروف اور دیگر علاقوں میں حافظ عبدالرحیم شہید نے جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا، ملا عبدالسلام اخند نے بھی ان جہاد کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیا، انہوں نے ضلع معروف، ارغسان اور صوبہ زابل کے مختلف علاقوں میں جہادی کارروائیوں میں شرکت کی، جب مجاہدین نے قندھار کے ضلع پنجوائی اور ژڑی میں آپریشن شروع کر دیا تو موصوف بھی کئی بار پاشمول گئے اور جہادی حملوں میں حصہ لیا، ملا عبدالسلام اخند جذبہ جہاد سے سرشار تھے اور سامراجی قوتوں کے خلاف جہاد کو اپنا ایمانی فریضہ سمجھتے تھے، جہاں بھی جہادی کارروائیاں ہوتی تھیں تو وہ وہاں پہنچ کر شرکت کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس سلسلے میں انہوں نے قاری فیض محمد سجاد شہید، ملا شہزادہ آخوند شہید اور کئی دیگر جہادی کمانڈروں کے ساتھ ملک کے جنوبی صوبوں کی جہادی کارروائیوں میں شرکت کی ہے۔

2004 کے اواخر میں ملا عبدالسلام اخوند امارت اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے صوبہ قندوز کے معاون کے طور پر تعینات کیا گیا تو انہوں نے اپنے قریبی دوست ملا جانان اخوند شہید کے ہمراہ قندوز کا دورہ کیا، اس وقت قندوز میں جہادی کاروائی کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی تھی، وہ ضلع علی آباد میں ملا غازی کے گھر گئے، وہ بھی ان کے ہمراہ ہوگئے اور ابتدائی طور پر مساجد کے پیش اماموں سے ملاقاتیں کیں اور لوگوں کو جہاد کی دعوت دی، کچھ عرصہ بعد ملا عبدالسلام اخند کو امارت اسلامیہ کی جانب سے صوبہ قندوز کے کمانڈر کے طور پر مقرر کیا گیا۔

ملا عبدالسلام اخند کی قیادت میں قندوز میں پہلے خفیہ جہادی سرگرمیوں کا آغاز کیا گیا، پھر آہستہ آہستہ جہادی سرگرمیوں کو عوامی سطح پر منظم کر کے علانیہ

کے طور پر وسعت دی گئیں، 2006 کے آخر تک قندوز کے تمام اضلاع تک جہادی سرگرمیاں پھیل چکی تھیں، اس کے بعد قندوز میں جہادی سرگرمیوں میں مسلسل بہتری آئی، 2007ء اور 2008ء کے دو سال اگرچہ قندوز میں فتوحات کے لحاظ سے منفرد تھے لیکن 2009 میں دن کو جہادی کارروائیوں میں بہت اہم پیش رفت ہوئی، اس سال باضابطہ طور پر نشر ہونے والی اطلاعات کے مطابق قندوز میں مجاہدین نے 196 مختلف کاروائیاں کیں جن میں ملکی فورسز کے علاوہ جرمن فوجیوں کو بھی بھاری جانی ومالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا، اس سال جرمنی کی چانسلر (انجیلا مرکل) اور وزیر دفاع پر مجاہدین نے سب سے بڑا حملہ کیا جو قندوز میں اپنے اپنے فوجیوں سے ملاقات کے لئے آئے تھے، اس حملے میں یہ دو جرمن لیڈر تو بچ گئے تاہم جرمن فوجیوں کو جانی نقصان کے علاوہ منفی نفسیاتی نتائج سے بھی دوچار کر دیا گیا۔

2009 موسم بہار میں جب جرمن حملہ آوروں نے ضلع چہاردرہ میں آپریشن شروع کیا تھا اور ملا عبد السلام اخوند مجاہدین کے کمانڈر تھے اس وقت الامارہ ویب سائٹ کے ساتھ ایک انٹرویو میں اس وقت کی صورتحال کے بارے میں بتایا تھا (چہاردرہ میں 11 گروپوں کو فعال اور منظم کیا گیا ہے، ہر گروپ میں 15 سے 20 تک مجاہدین شامل ہیں مجموعی طور پر 200 مجاہدین ہر وقت جہادی سرگرمیوں میں مصروف عمل رہتے ہیں جبکہ ان کے علاوہ عوام میں بہت سارے لوگوں کی حمایت ہمیں حاصل ہے جب ہمیں ان کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اپنی خدمات پیش کرتے ہیں، چند دن قبل جرمن فوجیوں نے افغان پولیس اور فوج کے اہلکاروں سمیت ضلع چہاردرہ میں فوجی آپریشن کا آغاز کیا اس آپریشن میں تقریبا 100 ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں نے حصہ لیا، انہوں نے یہاں ایک بڑے صحرا میں فوجی کیمپ بنایا، مجاہدین نے ان کا راستہ روکنے کے لئے گھات لگا کر بارودی سرنگوں کو تیار کر رکھا تھا، جرمن حملہ آور پہلے عین الجر علاقے میں داخل ہوئے جن پر مجاہدین نے حملہ کیا، اس جھڑپ میں 3 جرمن ٹینکوں کو تباہ اور متعدد فوجیوں کو ہلاک کر دیا گیا، اسی دن باسوسو کے علاقے میں جرمنی فوج کے سپاہی پیدل آرہے تھے جن پر مجاہدین نے آس پاس باغات سے حملہ کیا، 8 جرمن فوجی موقع پر ہلاک ہوئے، اس کے بعد انہوں نے سجانی علاقہ کے طرف رخ کیا وہاں بھی مجاہدین پہلے سے ان کا انتظار کر رہے تھے جب جرمن فوج کے اہلکار وہاں پہنچے تو مجاہدین نے ان پر حملہ کیا اس جھڑپ میں 4 ٹینک تباہ اور متعدد اہلکار ہلاک ہوگئے۔

آپریشن کے دوسرے دن انہوں نے سڑک بالا کی طرف نقل و حرکت کیا لیکن راستے میں میر شیخ کے مقام پر بارودی سرنگ سے ٹکرا کر ان کا ایک ٹینک تباہ ہوا اور اس میں سوار تمام اہلکار ہلاک اور زخمی ہوگئے اس کے بعد فتاح کے مقام پر گھات میں بیٹھے مجاہدین نے ان پر حملہ کیا اور دونوں جانب سے شدید جھڑپیں شروع ہوئیں اس دوران 2 ٹینکوں کو نشانہ بنا کر تباہ کیا گیا، مسلسل دو دن آپریشن کے دوران ان کے متعدد ٹینک تباہ اور بھاری جانی نقصان سے دوچار ہونا پڑا، ان کے ہلاک اور زخمی ہونے والے فوجیوں کو منتقل کرنے کے لئے کئی بار ہیلی کاپٹر آئے اور آخر مجبور ہو کر آپریشن کے خاتمے کا اعلان کیا اور واپس قندوز شہر میں واقع اپنے فوجی اڈوں کی طرف چلے گئے۔

اسی سال کے آخر میں ملا عبد السلام اخوند کو پاکستان کے سفر کے دوران اکوڑہ خٹک سے پاکستانی انٹیلی جنس ادارے نے گرفتار کیا اور اس کے بعد پشاور، کراچی اور اسلام آباد میں چار سال قیدی رہے، موصوف کے لئے جیل میں یہ مرحلہ صبر، تکلیف برداشت کرنے اور ریاضت کا ایک سنہری موقع تھا، موصوف کہتے تھے کہ جیل میں انہوں نے صحیح البخاری، صحیح المسلم، سنن ترمذی، تفسیر ابن کثیر اور البدایہ والنہایہ سمیت دیگر کتب کا مطالعہ کیا، ملا عبد السلام اخوند نے اگرچہ دینی علوم کم حاصل کئے تھے لیکن وسیع مطالعہ اور ذہانت کی بناء پر ایک بہترین عالم دین تھے۔

قندوز میں ذمہ داریوں کا دوسرا مرحلہ

ملا عبد السلام اخوند جب جیل سے رہا ہوگئے تو پہلے مختصر مدت کے لئے صوبہ بلخ کے گورنر مقرر اور ایک جہادی تربیتی سینٹر کے سربراہ مقرر ہوئے، بعد ازاں انہیں ایک بار پھر صوبہ قندوز کے گورنر کے طور پر منتخب کیا گیا۔

قندوز اس وقت سرکاری فوج اور خاص طور پر قومی ملیشیا کے اہلکاروں کے کنٹرول میں تھا، مجاہدین کئی علاقوں میں خفیہ طور پر سرگرمیاں جاری رکھتے تھے، دیہات اور تمام دیہی علاقوں میں قومی ملیشیا اور حکومت کے حامی مقامی مسلح افراد نے جگہ جگہ چوکیاں قائم کر رکھے تھے، ملا عبد السلام اخوند قندوز سے قومی ملیشیا کے اہلکاروں کا صفایا کرنا اپنی اولین ترجیحات میں شامل کر دیا، لوگوں کو اعتماد میں لیا، عوام قومی ملیشیا کے اہلکاروں کے ظلم اور بربریت سے بہت تنگ آچکے تھے انہوں نے موقع غنیمت سمجھ کر دل کھول کر مجاہدین کی حمایت کا اعلان کیا اور قندوز سے

ملیشیا کے اہلکاروں کا صفایا کرنے کی مہم کا آغاز کیا گیا، چہاردرہ، دشت آرچی، گورتیپہ، امام صاحب اور دیگر علاقوں میں مجاہدین نے مسلسل کارروائیوں کے نتیجے میں ملیشیا کے اہلکاروں کی چوکیوں کا مکمل خاتمہ کر دیا، ایک سال کے اندر قندوز میں دوبارہ ماحول ایسا ساز گار بنا جس طرح ملا عبد السلام اخوند کی گرفتاری سے قبل جو فضا بنی تھی، دیہی علاقے اور شہر کے مضافات کو ملیشیا کے اہلکاروں کے چنگل سے چھڑا لیا۔

اس مرحلے میں دشمن ملیشیا کے اہلکاروں کو زبردستی علاقے سے نکال دیا گیا اور ان میں سے اکثر جو اصل حقیقت سے آگاہ نہیں تھے، انہیں دعوت دی گئی اور اصل حقائق سے آگاہ کر کے حکومت کی صف سے نکال کر امارت اسلامیہ کی صف میں شامل کر دیا، صوبے کے بیشتر علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد ملا عبد السلام اخوند نے ان علاقوں میں امارت اسلامیہ کے تمام ادارے فعال کر دیئے، حکومتی نظام بہتر بنایا، دینی اور جدید عصری تعلیمی ادارے قائم کئے، عدالتوں کا نظام سستا اور فعال بنایا، عوامی مسائل کے حل کے لئے فوری اور انصاف پر مبنی عدالتیں قائم کی گئیں، عوام کا اعتماد اسلامی عدالتوں پر بحال کر دیا، مجاہدین کی تربیت کے لئے خصوصی تربیتی مراکز قائم کئے گئے اور اس کے بعد ملکی تعمیر نو اور ترقیاتی منصوبوں کا سلسلہ شروع کیا، قندوز میں تمام اقوام آباد ہیں اس لئے اسے چھوٹا افغانستان بھی کہا جاتا ہے، ملا عبد السلام اخوند نے بہترین حکمت عملی اور اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھاتے ہوئے تمام برادر اقوام کے دلوں میں اپنا مقام بنایا اور مقبولیت حاصل کر لی، عوام انہیں ایک عادل حکمران کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے، ملا عبد السلام اخوند کی قیادت میں مجاہدین نے قندوز میں بہت ساری فتوحات بھی حاصل کیں جن میں دو بار ضلع چہاردرہ مرکز، دو بار ضلع قلعہ ذال، ایک بار ضلع خانہ آباد، دشتی آرچی اور امام صاحب اضلاع کے مراکز اور دو بار صوبائی دارالحکومت کی فتوحات شامل ہیں۔

قندوز کے عظیم فاتح:

ستمبر 2015 میں امارت اسلامیہ کے بانی امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے انتقال کا اعلان ہوا تھا اور ادھر نئے امیر شہید ملا اختر منصور کے انتخاب کا کچھ عرصہ گزرا تھا، مجاہدین غیر معمولی صورتحال سے دوچار تھے، ایک طرف ملا محمد عمر مجاہد کے انتقال کا غم اور سوگ اور دوسری جانب کچھ اختلافات اور تنازعات نے مجاہدین کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا، اس وقت ملا عبد السلام اخوند نے قندوز شہر پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے عزم کا اظہار کیا۔

موصوف کے ایک قریبی دوست ملا حمزہ نے کہا کہ ملا عبد السلام اخوند اس وقت قندوز شہر پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے اس لئے متحرک ہوئے تاکہ وہ چند اہداف حاصل کر سکیں، ان کے اہداف میں مجاہدین کی مایوسی کو دور کرنے اور فتح کی خوشخبری سے ان کے حوصلے بلند کرنے، اختلافات کے بجائے فتوحات کی بحث شروع کرنے، دشمن کے پروپیگنڈے کا رخ تبدیل کرنے، قندوز جیل سے قیدیوں کو آزاد کرنے، اضلاع کے مراکز کی طرح صوبائی دارالحکومت پر کنٹرول حاصل کرنے کی صلاحیت اور قوت ثابت کرنا اور دشمن فون کے اہلکاروں کے حوصلے پست کرنا جیسے اقدامات شامل تھے۔

انہوں نے کئی بار فوجی کمیشن کو اپنا منصوبہ پیش کیا، اس کے بعد امارت اسلامیہ کے سربراہ ملا اختر محمد منصور صاحب نے اس کی توثیق کرتے ہوئے قندوز شہر کو فتح کرنے کے منصوبے کو حتمی شکل دی گئی، انہوں نے اس راز کو بہت خفیہ رکھا یہاں تک کہ قندوز پر آپریشن شروع کرنے کے وقت تک کسی کو پتہ نہیں چلا۔

ملا ہمایوں کہتے ہیں کہ ملا عبد السلام اخوند نے آپریشن کی رات صبح تک نوافل پڑھنے اور دعا کرنے میں مصروف رہے، جب صبح آپریشن کا آغاز ہوا تو انہوں نے اپنے خصوصی مرکز سے دو فونز اور ایک بڑے ہینڈ سیٹ کے ذریعے مجاہدین کی رہنمائی شروع کر دی، آپریشن کی ابتداء سے فتح حاصل کرنے کے وقت تک وہ مسلسل مجاہدین کے ساتھ رابطے میں تھے، لحہ بہ لحہ ان کی رہنمائی کرتے تھے ان کی رہنمائی سے مجاہدین کے حوصلے مزید بلند ہوئے اور بہترین حکمت عملی کے ساتھ ان کے منصوبے پر عمل ہوتا رہا۔

جب ٹیلی فون کے ذریعے اطلاع آئی کہ مجاہدین شہر میں داخل ہو گئے اور جیل کو توڑ کر قیدیوں کو رہا کر دیا گیا تو ملا عبد السلام اخوند بے ساختہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اور 7 یا 8 منٹ تک سجدہ شکر ادا کیا اور پھر مجاہدین کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور کچھ دیر بعد رابطے کا کام ایک اور دوست کے کے حوالہ کیا اور قندوز شہر پہنچ گئے اور پھر پندرہ دن تک مسلسل شہر کے اندر مجاہدین کے ہمراہ جنگ میں مصروف رہے۔

ملا عبد السلام آخوند اور ان کے ساتھی اس وقت تک قندوز شہر میں موجود اور اس پر حاکم رہے جب امارت اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے قندوز شہر

سے عقب نشینی کا اعلامیہ جاری ہوا تاکہ فضائی حملوں میں عوام کے تحفظ کا خیال رکھا جائے، قندوز کی فتح کے موقع پر مختلف قسم نئی گاڑیاں اور ہتھیاروں کے بڑے ذخائر برآمد ہوئے، یہاں تک کہ عام مجاہدین بھی لگژری گاڑیوں کے مالکان بن گئے لیکن ملا عبدالسلام اخوند نے کسی اچھی گاڑی کی تمنا اور کوشش نہیں کی، ملا ہمایون کہتے ہیں کہ ملا عبدالسلام اخوند فتح کے بعد بھی اپنی پرانی گاڑی ہی میں سفر کرتے تھے جو بہت پرانا ماڈل تھا اور اس کے سامنے کا شیشہ بھی ٹوٹا ہوا تھا۔

قندوز کی پہلی فتح کی خبر عالمی میڈیا میں شہ سرخیوں میں بریکنگ نیوز کے طور پر شائع ہوئی، مجاہدین کو ایک نیا جذبہ اور ولولہ دیا اور دشمن کے حوصلے پست اور ساکھ بری طرح متاثر ہوئی، قندوز کی فتح نے دشمن کو ہلا کر رکھ دیا اور اگلے سال قندوز میں وسیع پیمانے پر فوجی آپریشن کا اعلان کیا گیا، دشمن کے ہزاروں اہلکاروں جو سینکڑوں ٹینکوں اور فضائیہ کی مدد انہیں حاصل تھی، کو ضلع دشت آرچی پر قبضہ کرنے کے لئے تعینات کیا گیا لیکن ملا عبدالسلام اخوند کی قیادت میں مجاہدین نے دشمن کے ساتھ ایک ایسا حربہ استعمال کیا کہ جس پر دشمن کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، دشمن نے ضلع دشتی آرچی پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے وسیع پیمانے پر آپریشن کا آغاز کیا اور اپنی بھرپور توجہ اس پر مرکوز رکھی تاہم ملا عبدالسلام اخوند نے جلدی چودہ سو مجاہدین کو قندوز شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا، قندوز شہر دوسری بار فتح کرنے سے نہ صرف دشمن کا آپریشن بری طرح ناکامی سے دوچار ہوا بلکہ پورے صوبے میں دشمن کے حوصلے پست ہوئے اور پھر فوجی آپریشن کرنے کی جرات نہیں کی۔

شہادت

دشمن نے بہت کوشش کی کہ اسلام کے قابل فخر غازی کو راستے سے ہٹادے، اسی وجہ سے کئی بار ان کو شہید کرنے کی ناکام کوشش کی اور کئی بار ان کی شہادت کی جھوٹی افواہیں بھی پھیلائیں، ایک بار گورتیپہ میں ان پر امریکی ڈرون طیارے نے دو حملے کئے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا. وہ ہمیشہ شہادت کی تمنا اور دعا کرتے تھے اور کئی بار انٹرویو میں بھی اپنی اس تمنا کا اظہار کیا اور برملا کہتے تھے کہ ان کی شہادت سے اسلام اور جہاد کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

ان کے ایک دوست موسیٰ فرہاد نے کہا کہ 2012 میں ایک بار ہم دونوں ریڈیو کی خبریں سن رہے تھے، ایک ریڈیو میں بحث شروع ہوئی کہ امریکی فوجی افغانستان سے نکل جائیں گے، اس کے بعد ملا عبدالسلام اخوند نے ریڈیو بند کرکے مجھے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو برباد کرے اور اپنی طاقت سے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمارا ملک ان سے آزاد کرے اور پھر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سے لڑتے ہوئے شہادت کی عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے اور میری یہ تمنا پوری کرے

ملا عبدالسلام اخوند کی یہ دیرینہ خواہش اور تمنا مارچ کے مہینے میں پوری ہونی تھی۔ موصوف اس دن صبح ضلع چہار درہ میں تھے بعد ازاں اپنی والدہ محترمہ سے ملنے کے لئے ضلع دشت آرچی گئے، دوپہر اپنی ماں کے ساتھ وقت گزارا اور ان کی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اس کے بعد اپنے گاؤں کے قریب امیر ملوک کے گاؤں میں ایک مجاہد ساتھی کے گھر گئے، انہوں نے اسی دن مجاہدین کی مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی طلب کیا تھا، ابھی یہ اپنے دوست کے گھر میں ہی تھے کہ سہ پہر تین بجے کے بعد امریکی ڈرون طیارے نے تین میزائل داغے، ایک مزائل گاڑی پر اور دو اس گھر پر جاگرے جس میں ملا عبدالسلام اخوند موجود تھے۔ ملا عبدالسلام اخوند رحمہ اللہ اپنے تین ساتھیوں سمیت موقع پر شہید ہوگئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

انہیں اسی شام کو سپرد خاک کر دیا گیا. ان کی فاتحہ خوانی چند دن بعد قندوز اور دیگر علاقوں میں تین دن تک جاری تھی، ملا عبدالسلام اخوند شہید دو معصوم بچیوں اور ایک بیوہ کو سوگوار چھوڑ گئے۔

امارت اسلامیہ کی طرف سے جاری بیان میں کہا گیا تھا کہ فاتح قندوز شہید ملا عبدالسلام اخوند شہادت کی تمنا رکھتے تھے اور آج ان کی تمنا پوری ہوگئی، ان کی شہادت سے نہ صرف امارت اسلامیہ کی صف کمزور نہیں ہوگی بلکہ برعکس سینکڑوں نوجوانوں میں جذبہ جہاد پیدا ہوگا اور وہ قربانی کے جذبہ سے سرشار ہوکر مجاہدین کی صف میں شامل ہوجائیں گے، ملا عبدالسلام اخوند نے اپنی مدبرانہ قیادت میں ایسے ہزاروں نوجوانوں کو تربیت دی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ان کے نقش قدم پر چلنے کا عزم رکھتا ہے اور دشمن کے خلاف ایک مضبوط ڈھال کی طرح اسلام اور ملک کا دفاع کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گی۔

ان کی چند یادیں

ملا عبدالسلام اخوند کے قریبی دوست ان کے کردار اور اخلاق کے بارے میں کہتے ہیں:

ملا عبدالسلام اخوند تصوف سے وابستہ اور پیر سباق صاحب کے مرید تھے تلاوت اور اذکار کا خاص اہتمام کرتے تھے، صبح و شام کی مسنون دعائیں انہیں یاد تھیں، ان کی مونچھیں مسنون طریقے کے مطابق چھوٹی تھیں، ایک دوست نے کہا: میں نے اسے بتایا کہ مجاہدین کی مونچھیں بڑی ہوتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مونچھیں چھوٹی کرتے تھے اور ان سے بڑھ کر عظیم مجاہد کون ہیں اور نہ ہی اس کے بعد پیدا ہو سکتا ہے۔

ان کے ایک دوست نے بتایا کہ ملا عبدالسلام اخوند ہر چیز دائیں سے شروع کرتے تھے یہاں تک کہ گھڑی بھی دائیں ہاتھ میں باندھتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ قانون تو یہ ہے کہ گھڑی بائیں ہاتھ میں باندھیں تو انہوں نے جواب دیا

کہ یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ گھڑی بائیں ہاتھ میں باندھیں، میں نے ان سے سوال کیا کہ دائیں ہاتھ میں باندھنے کا حکم کس کتاب میں لکھا ہے تو ملا عبد السلام اخوند نے اس حدیث کا حوالہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ معمول دائیں سے شروع کرنا تھا، یہ روایات بہت سی کتب حدیث میں موجود ہیں، مثلاً: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره وفي شانه كله.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعل مبارک اور کنگھا کے استعمال اور طہارت وغیرہ؛ بلکہ ہر معاملے میں دایاں کو پسند فرماتے تھے۔

نظم ونسق اور صفائی پر ملا عبد السلام اخوند بہت زور دیتے تھے، قندوز کے ایک تربیتی مرکز کے ذمہ دار نے بتایا کہ جب وہ ہمارے مرکز تشریف لاتے تھے تو ان کی عادت یہ تھی، نصف شب نماز تہجد کے لئے اٹھتے تھے اور اس کے بعد اپنے کمرے کی صفائی کرتے تھے، اسی طرح وہ کسی بھی مرکز جاتے تھے تو مجاہدین کو صفائی اور نظم ونسق کا خاص خیال رکھنے کی نصیحت کرتے تھے اس کے بعد خود صفائی شروع کرکے اجتماعی صفائی مہم چلاتے تھے اسی طرح پیالے اور برتن دھوتے تھے اور صفائی کرنے میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔

ملا عبد السلام اخوند عوام سے بہت محبت کرتے تھے اور ان پر مہربان تھے یہاں تک کہ ایک بار ایک شخص نے ان کی گاڑی سے اپنی گاڑی ٹکرا دی، قصوروار بھی وہی شخص تھا لیکن انہوں نے محسوس بھی نہیں کیا، ایک بار ضلع کمشنر، چیف اسسٹنٹ اور ضلعی کمیشن کے سربراہ نے ایک بزرگ شخص پر تشدد کیا تھا جب ملا عبد السلام کو پتہ چلا تو انہوں نے تینوں ذمہ داران کو حراست میں لیا اور پھر پوچھ گچھ کے وقت انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو ملا عبد السلام بے ساختہ رونے لگے یہاں تک کہ چیخ چیخ کر رونے لگے اور کہتے تھے: یا اللہ کوئی شخص میرے زیر کنٹرول علاقے میں اس طرح کام کرتا ہے تو میں اس سے بیزار ہوں اور لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں، میں اس کی تائید نہیں کرتا ہوں، میں ایسا ظلم پسند نہیں کرتا ہوں. اے اللہ مجھے معاف کردے اور مجھے ان کے گناہ کی سزا نہ دے۔

ضلع دشت آرچی میں قومی ملیشیا کے اہلکاروں نے تخریب کاری کے لئے ڈیم سے پانی ترکمن قوم کے ایک گاؤں کی طرف چھوڑ دیا جس سے 70 مکانات تباہ ہوئے اور بہت سے لوگ اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہوگئے، ان لوگوں نے قندوز اور کابل میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ پانی کا رخ کسی اور طرف موڑ دے لیکن ان کی شنوائی نہیں ہوئی اس کے بعد وہ ملا عبد السلام اخوند کے پاس آئے انہوں نے دو بڑے ٹریکٹرز کے ذریعے پانچ کلومیٹر طویل نئی نہر بنا کر پانی کا رخ دوسری طرف موڑ دیا، جس پر لاکھوں روپے کے اخراجات آئے۔

جنگ کے دوران وہ بہت بہادر اور پر اعتماد ہوتے تھے، کبھی بھی جنگ کے دوران ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے اور نہ ہی کبھی خوفزدہ ہوئے، آج تک جنگ کے دوران کسی نے ان کی آواز میں تبدیلی محسوس نہیں کی ہے، جب مجاہدین شکست سے دوچار ہوتے تھے تب بھی وہ نارمل حالت میں بڑے اطمنان کے ساتھ مجاہدین کو تسلی دیتے تھے، وہ جنگ میں خود شرکت کرتے تھے جہاد سے ان کا بہت شوق تھا وہ بہانہ بنا کر کبھی بھی جنگ سے پہلو تہی نہیں کرتے تھے بلکہ خود کمان سنبھال کر اعلاء کلمۃ اللہ اور ملک کی آزادی کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔

وہ بیت المال کے ساتھ بہت محتاط تھے اور دنیا کا شوق ترک کیا تھا، وہ کافی عرصہ صوبہ قندوز کے گورنر بھی رہے لیکن انہوں نے اس دوران جائیدادیں بنائیں اور نہ ہی ان کی اقتصادی صورتحال بہتر ہوئی۔ ایک طالب علم نے بتایا کہ گزشتہ سال ایک شخص نے ملا عبد السلام اخوند کو عید پر قربانی کرنے کے لئے کچھ پیسے دیئے تھے میں ان کے بھائی کے ساتھ بکرا ذبح کرنے میں مصروف تھا، بھائی نے بتایا کہ مجھے نہیں کہ کبھی ہم نے واجب قربانی کی ہو کیونکہ ہمارے مالی حالات کبھی اس سطح پر نہیں پہنچے کہ ہم پر قربانی واجب ہو۔

ملا عبد السلام اخوند امارت اسلامیہ کے وفادار رہنما تھے اور برملا کہتے تھے کہ موجودہ دور میں امارت اسلامیہ حق جماعت ہے، وہ امارت اسلامیہ کی حقانیت پر ہمیشہ دلائل پیش کرتے تھے، جب ملا اختر محمد ملا منصور شہید امارت اسلامیہ کے امیر منتخب ہوئے تو ملا عبد السلام اخوند کا شمار بھی ان چند رہنماؤں میں ہوتا تھا جنہوں نے سب سے پہلے ان کے ساتھ بیعت کا اعلان کیا، اس کے بعد جب چند لوگوں نے امارت اسلامیہ سے بغاوت کی اور منحرف ہوگئے تو ملا عبد السلام اخوند ہمیشہ اپنے دوستوں کو یہ نصیحت کرتے تھے کہ انسان کو اپنا انجام معلوم نہیں ہے، لیکن خدانہ کرے اگر میں نے کبھی امارت اسلامیہ سے اختلاف کیا اور اپنا راستہ الگ کیا تو میری پیروی نہ کرنا، میں امارت اسلامیہ کی صف میں تھا یا نہیں لیکن ابھی سے واضح کرتا ہوں کہ امارت اسلامیہ حق جماعت ہے اور کبھی بھی اس جماعت سے علیحدگی اختیار نہ کرنا۔ علماء اور دینی طلبہ کی اکثریت اس جماعت سے وابستہ ہے اس تحریک کے منشور اور اغراض ومقاصد نہایت مقدس اور اعلی ہیں ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ اور طاغوتی قوتوں سے ملک کی آزادی مقدس مشن ہے اس مقصد کے حصول کے لئے لاکھوں افراد نے قربانیاں دی ہیں اور قربانیوں کا یہ سلسلہ جاری ہے اور جب تک اس مقصد کو حاصل نہیں کیا جاسکتا تب تک ہم قربانیں دیتے رہیں گے اور اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

اللہ تعالی ملا عبد السلام بریالی شہید رحمہ اللہ اور تمام شہداء کے درجات بلند فرمائے اور وطن عزیز میں اسلامی نظام نافذ کرکے ملک کو سامراجی قوتوں سے نجات دلائے امین۔

شہید امیر المومنین ملا اختر محمد منصور اپنی قوم کے لئے فکر مند تھے

ذبیح اللہ مجاہد

امارت اسلامیہ کے تمام عہدیداروں کا قیام، جہاد اور کوشش عوام کے لئے پر امن ماحول فراہم کرنے، سلامتی، امن اور اسلامی معاشرے میں خوشحال زندگی کو یقینی بنانے کے لئے ہے۔

جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ اور قبضہ کیا تو عوام نئی مشکلات اور مسائل سے دوچار ہوئے، مصائب میں اضافہ ہوا اور قوم ایک عظیم جنگ میں مبتلا ہوگئی، ملا اختر محمد منصور شہید تقبلہ اللہ نے عوام کی پر امن اور خوشحال زندگی کے لئے چند مخصوص اقدامات اٹھائے جن سے عوام کے ساتھ ان کی محبت، ہمدردی اور اخلاص کا ظہور ہوتا ہے۔

جنگ کے دوران شہریوں کی زندگی کا خیال رکھنا:

ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ اگرچہ ایک عظیم اور سخت مقابلے کی جنگ میں عالم کفر کی تمام استعماری قوتوں سے برسرپیکار تھے، امارت اسلامیہ کے نائب اور پھر امیر کی حیثیت سے 49 ممالک کے ساتھ مقابلے کی بھاری ذمہ داری کا بوجھ ان کے کندھوں پر تھا، شدید غربت، مالی امداد اور سازوسامان کے فقدان کے مسائل سے دوچار تھے تاہم عوام کے ساتھ ان کی محبت اور اپنی بھاری ذمہ داری کے احساس کی وجہ سے جنگ کے دوران شہری آبادی کو نقصان نہ پہنچانے اور شہری ہلاکتوں کی روک تھام کے سلسلے میں بہت کوشش کرتے تھے۔

جنگ کے دوران شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے لئے خصوصی اور باصلاحیت ادارہ قائم کیا اس کمیٹی کی تشکیل اور طریقہ کار کو وضع کرنے اور اس کے احکامات پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لئے بھرپور توجہ دی اور اللہ کے فضل و کرم سے جنگ کے دوران شہری ہلاکتوں کی شرح میں 60٪ فیصد کمی آئی اور منصور شہید کے حکم پر قائم کردہ خصوصی کمیٹی کے بہترین نتائج سامنے آرہے ہیں۔ کمیٹی کی مزید بہتری کے لئے کوششیں جاری ہیں۔

عوام کی شکایات کی سماعت اور فیصلے:

جنگوں میں عام طور پر نرمی اور رحم کے بجائے انسانوں پر غرور اور شدت کا غلبہ ہوتا ہے، امارت اسلامیہ کے مجاہدین بھی اس امر سے مستثنی نہیں ہیں، خدانہ کرے کہ مجاہدین مجاہد کے روپ میں ہتھیاروں اور اختیارات کے بل بوتے پر نہتے عوام پر انفرادی یا اجتماعی طور پر کسی قسم جارحیت، ظلم اور تشدد نہ کریں، منصور شہید نے اس سلسلے میں عوامی شکایات کی سماعت کے لئے ایک ادارہ قائم کیا تاکہ وہ براہ راست عوام کی شکایات کی سماعت کرے اور کوئی شخص مایوس نہ رہے۔

لوگوں کی آواز سننا ہر مسلمان امیر کے لئے اہمیت کا حامل ہے، اسلام کی تاریخ میں وہ رہنما اور امراء اپنے وقت کے عظیم لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اپنے دور اقتدار کی طاقت اور اختیار کے عروج کے دوران عوام اور عام مسلمانوں کے سامنے ذلت کے پر بچھائے ہیں، منصور شہید بھی یہی احساس رکھتے تھے، عوام کی آواز سنتے تھے اور اس پر لبیک کہتے تھے، لوگوں کی جائز شکایات کو رفع کرنے کے لئے فوری اقدامات اٹھاتے تھے اس حوالے سے وہ بہت حساس تھے، ماتحت ذمہ داروں اور مجاہدین کو عوام کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایات کرتے تھے۔

تعلیم کے میدان میں:

کہا جاتا ہے کہ جنگ میں حلوا تقسیم نہیں ہوتا، جنگ واقعی بھاری اور انتہائی مصروفیت کا کام ہے تاہم ملا اختر محمد منصور شہید عوام کے ساتھ محبت اور ہمدردی کی بناء پر جنگ کے ماحول میں ہر ممکن حد تک نئی نسل کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے تعلیمی ادارے قائم اور فعال کئے۔

تعلیم اور تربیت کے نام سے ایک منفرد اور مستند کمیشن قائم کیا اور اس کے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا، ملک کی یونیورسٹیوں، اسکولوں اور مدارس کے ساتھ مجاہدین کے تعلقات استوار کئے، جنگی علاقوں میں تعلیم کے لئے ماحول ساز گار بنایا اور یونیورسٹیوں، اسکولوں اور مدارس کے قریبی علاقوں میں مجاہدین کو جھڑپوں سے منع کیا گیا۔

لوگوں کے بچوں کی تعلیم کی رہنمائی اور ترغیب کے لئے مختلف علاقوں میں خصوصی پروگراموں کا انعقاد کیا، یہاں تک کہ دشمن کے ان اہلکاروں اور عملے کو بھی حملوں سے مستثنیٰ قرار دیا جو محکمہ تعلیم سے وابستہ تھے۔

شعبہ صحت:

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے دیہی علاقوں میں جہاں قوم کی اکثریت آباد ہے، عوام دیگر سہولیات کے علاوہ صحت کی بنیادی سہولت سے بھی محروم ہیں، منصور صاحب رحمہ اللہ نے ان مشکلات اور مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے چند ٹھوس اقدامات اٹھائے گئے۔

جن علاقوں میں کلینک اور ہسپتال موجود تھے اور وہ مجاہدین کے کنٹرول میں تھے، وہیں ان ہسپتالوں کو فعال رکھنے کا حکم دیا گیا، اگر امارت اور مجاہدین بے بس تھے وہ صحت کے مراکز کی فنانسنگ اور بحالی کا بیڑہ نہیں اٹھاسکتے تھے تو وہاں پر صحت عامہ کے شعبے میں فعال بعض بین الاقوامی تنظیموں کو اس طرف متوجہ کیا ہے، انہیں پناہ فراہم کی اور انہیں تحفظ کا یقین دلایا تاکہ وہ عوام کو علاج کے سلسلے میں اپنی خدمات پیش کر سکیں، اس وقت ملک کے مختلف علاقوں میں سینکڑوں کلینک قائم اور فعال ہیں۔

اس کے علاوہ اپنی بساط کے مطابق امارت کی لاگت سے کچھ جگھوں پر عوام کی سہولت کے لئے کچھ ہسپتالوں کی تعمیر کی تاکہ دور دراز دیہی علاقوں میں جہاں عوام کو علاج کے سلسلے میں کافی مشکلات درپیش ہیں اور کئی بیمار طبی امداد تک بروقت رسائی نہ ہونے اور غربت کے باعث دم توڑ جاتے ہیں اس لئے وہاں کلینک اور ہسپتال قائم کر دیئے تاکہ لوگ اپنے قریب ہی بروقت علاج کریں۔

عدالت:

جنگ کے باعث لوگوں کو بہت سارے مسائل درپیش ہوتے ہیں اور ان کے مسائل کے حل میں رکاوٹ ہے، لیکن منصور صاحب رحمہ اللہ نے عوام سے محبت اور ہمدردی کی بنیاد پر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے عدالتی نظام بھی فعال کیا جبکہ کابل انتظامیہ کے عدالتی نظام کی بنیاد کرپشن، جبر، بھتہ خوری اور تشدد پر قائم ہے اور اس حوالے سے بین الاقوامی سطح پر کئی بار مختلف رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں اور خدشات کا اظہار کیا گیا ہے۔

منصور صاحب رحمہ اللہ نے مجاہدین کے زیر کنٹرول تمام علاقوں میں جہاں عدالتوں کا قیام ممکن تھا، امارت اسلامیہ کا عادلانہ عدالتی نظام قائم کیا، عدالت کی تینوں اقسام بنیادی، اپیل اور اعلی عدالتیں قائم کیں اور مجاہدین کو پابند کیا کہ وہ عوام کو شرعی قوانین کے تحت انصاف فراہم کریں، اللہ کے فضل سے ملک بھر میں جہادی کارروائیوں اور جنگی ماحول کے باوجود ان عدالتوں میں ایک دن میں لوگوں کے درمیان سینکڑوں ذاتی اور اجتماعی تنازعات اور مسائل حل ہو رہے ہیں، شرعی احکام اور قوانین کے مطابق فیصلے ہو رہے ہیں، عدل اور انصاف پر مبنی نظام قائم ہوا، لوگوں کی جان، مال، عزت اور وقار کا تحفظ یقینی بنایا گیا اور منصور صاحب رحمہ اللہ کی ذاتی کوششوں کی بدولت یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور اس میں مزید بہتر آرہی ہے۔

شہید امیر المومنین ملا اختر محمد منصور میدان کارزار اور سیاست کے مجدد

شاہد غزنیوال

ایک سال قبل انہی دنوں اسلامی امارت کے زعیم امیر اور مجدد ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ غاصب امریکی افواج کے ایک حملے میں شہید کر دیئے گیے تھے۔

ملا اختر محمد منصور محراب و منبر کے ساتھ منسلک ایک بے ریاعابد، میدان کارزار کے بےباک وںڈر مجاہداور سیاسی میدان کے مجدد ڈپلومیٹ تھے۔ امیر المؤمنین اسلامی امارت کے ان قد آور شخصیات میں سے تھے جن کی غاصب افواج کے خلاف طویل جدوجہد کے تجدیدی کانامے ہیں۔

آپ کی جرات مندانہ کارناموں کی بدولت ملک کے دور دراز علاقے بھی اسلامی امارت کے زیر نگیں آکر غاصب افواج کو چیلنج کرتے رہے، ہم آپ کی داخلی اور بین الاقوامی سطح پر ان کاوشوں کو جو اسلامی امارت کے لیے کامیابیوں کی نوید لے کر آئے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ کہ داخلی سطح پر انہوں جدوجہد کو منظم و مستحکم اور متحد رکھنے کے لیے ایسے اقدامات کیے کہ جدوجہد داخلی سطح پر ہر قسم کی پراگندگی سے محفوظ رہا۔ آپ نے جب امارت کے طاقتور رہنما اور بعد ازاں معاون کے طور پر خدمات سرانجام دیں تو امارت کی تفویض کردہ ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ جدوجہد کو منظم رکھنے کے لیے کچھ اصول وضوابط جاری کیے اور کچھ قیود رکھے۔ ان اصول وضوابط میں ہر مسئول کی مسئولیت اور جہاد میں ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان کو ذمہ داریاں تفویض کی جاتی تھیں۔ انہی قیود اور اصول وضوابط کے ذریعے ہی امارت کے زیر نگیں علاقوں میں تفرق وافتراق کی راہیں مسدود کر دی گئیں اور ہر ایک کو اپنی ذمہ داری معلوم ہو کر نبھانی پڑی۔ اسی لیے مقاومت کو عسکری، سیکورٹی، عدالتی، انتظامی اور مالی حوالے سے کنٹرول کرنے کے لیے ایک لائحہ عمل اور مسئولین کے لیے راہنما اصول وضع کیے۔ جو پورے ملک کی سطح پر جدوجہد کے لیے کافی سودمند ثابت ہو کر ان تمام بدنظمیوں، انارکیوں اور مسلسل شبہات کے روک تھام میں ممد ومعاون ثابت ہوئے جو ان کی دور امارت کے شروعات میں کم فہمی اور لاعلمی کی بنیاد پر پیدا ہوئے تھے۔ جہادی امور کو منظم اور کاوشوں کو بارآور کرنے کے لیے یہ لائحہ عمل اس حوالے کامیاب قرار پایا کہ امارت کے زیر نگیں ان تمام علاقوں کو انتشار سے بچائے رکھا جنہیں افغانستان کے علاوہ دیگر ممالک میں جاری اسلامی تحریکات کو سامنا ہوا تھا اور یہی انتشار ان تحریکات کی ناکامی کا سبب بن گیا تھا۔ اسی لائحہ عمل کی بدولت اسلامی امارت کے سبھی مسئولین کے کام فعال اور کنٹرول ہو گیے۔ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں بغاوت کی روک تھام ہوئی اور منصب سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے تمام امکانات مسدود کر دیئے گیے۔

درج بالا اصول وضوابط صرف کاغذ کی حد تک نہ تھے بلکہ انہیں عملی جامہ پہنانے کے لیے فوجی اور انتظامی راستے سے باقاعدہ ادارے تشکیل دیئے گیے جن کی ذمہ داری یہ ہوتی تھی کہ ان علاقوں میں جاری کردہ اصول و ضوابط کے عملی ہونے کا جائزہ لے کر اسلامی امارت کی قیادت کو اس بارے اطمینان دلائے۔ اسی لیے امیر المؤمنین نے کارروائیوں میں توسیع کے لیے الگ الگ شعبہ جات بنائے تھے۔ مثلا دعوت وارشاد کمیشن جس کا جنگ کے علاوہ دشمن کی فوجی طاقت ختم کرنے میں بھی نہایت اہم رول تھا، اسی طرح ملکی نقصانات کو کنٹرول کرنے کے لیے سمع شکایات کمیشن بھی متعارف کروایا گیا جو ملکی نقصانات کی روک تھام میں کافی اہم پیشرفت تھا اور اس سے نقصانات کی روک تھام بھی ہوگئی۔ دشمن کے جیلوں میں قید مجاہدین کی بحفاظت رہائی، جنگ زدہ زخمیوں کے علاج ومعالجے کی کمیشن سمیت دیگر بہت سارے کمیشنز تشکیل دیئے جنہوں نے امارت کی کارروائیوں کو صرف میدان جنگ میں محصور رکھنے کی بجائے انہیں جامع نظام کے طور پر متعارف کروایا۔

یہ صرف داخلی سطح پر اسلامی امارت کی کارروائیوں کو منظم رکھنے کے لیے امیر المؤمنین کی وہ اصلاحات تھیں جنہوں نے بلاشک وشبہ اسلامی امارت کی ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ انہی کاوشوں اور شبانہ روز محنتوں کی برکت سے دشمن اس قابل نہ ہوا کہ مجاہدین کی صفوں میں دراڑیں ڈال دے یا اپنے وسیع تر وسائل اور تبلیغی نیٹ ورک کے ذریعے مجاہدین کو بدنام کرسکے۔ کیونکہ مجاہدین کے اندرونی اختلافات امیر المؤمنین کے ان اصلاحات کے عملی ہونے کے بعد یکسر ختم ہوگیے۔

دوسرا یہ کہ امیر المؤمنین کے اصلاحات کا یہ دائرہ صرف داخلی سطح پر زیادہ سے زیادہ علاقے کنٹرول رکھنے تک محدود نہ تھا بلکہ سیاسی میدان میں بھی بہت سارے کام کیے جن میں کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ فوجی لحاظ سے مقاومت کا دائرہ اتنا وسیع کیا کہ دشمن کو بھی باور کرایا گیا کہ امریکہ کی قیادت میں 48 ممالک کے اتحاد کو شکست فاش دے دی، امریکہ کے مقابلے میں سیاسی اور ڈپلومیٹک پہلو کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کام کے لیے انہوں نے مجاہدین کے درمیان میں سے باشعور، فہمیدہ اور سیاسی بصیرت کے حامل افراد کو متعین کرکے ان کی ذمہ داری لگائی۔ یہ لوگ براہ راست امیر المؤمنین کی ہدایات کے تحت کام کرتے تھے اور بیرونی دنیا اور قریبی پڑوسی ممالک کے ساتھ روابط برقرار رکھتے تھے۔

تقسیم کار کے اس اصول کا فائدہ یہ ہوا کہ امارت کے انتظامی امور کے ساتھ ساتھ سیاسی لحاظ سے بھی ان کی ایک شناخت ہوگئی اور عالمی سطح پر اس کی حمایت کا دائرہ وسیع ہوگیا، اسلامی امارت کے سفراء اس قابل ہوگیے کہ مختلف ممالک مثلاً جاپان، فرانس، ناروے اور جرمن سمیت وسطی ایشیا اور دیگر بہت سارے ممالک کا سفر کرکے وہاں میڈیا کانفرنسوں میں بیٹھ کر اسلامی امارت کی پالیسی ان کے سامنے رکھ دیں۔ شہید امیر المؤمنین کی اس ڈپلومیسی کی فعالیت کی وجہ سے دشمن کو سخت ہزیمت کا سامنا ہوا۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ ڈپلومیٹک کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر امریکہ کو یقینی طور پر شکست دے سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ امریکیوں نے امارت کے دوراندیش قیادت کو راستے سے ہٹادیا۔ شہید امیر المؤمنین اسلامی امارت کی داخلی سطح پر فعالیت سے مطمئن تھے اور امارت کی سیاسی معاملات کی ترقی کے لیے بذات خود متحرک تھے، نہایت قلیل مدت میں بہت سارے ممالک کے سفر کیے۔ امریکہ اور دنیا بھر کی ایجنسیوں کی نظریں ہر وقت امیر المؤمنین کی حرکات وسکنات پر مرکوز رہتی تھیں۔ وہ جس قدر میدان کارزار میں سرگرم ومتحرک تھے اس سے کہیں زیادہ سیاسی میدان میں اسلامی امارت کا مقدمہ جراتمندانہ طریقے سے لڑتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے آپؒ کو زیادہ دیر تک کام کرنے کا موقع نہ مل سکا تاکہ وہ اپنی کوشش کے ذریعے اسلامی امارت کے سیاسی موقف کو اتنی تقویت بخشے جتنی انہوں نے عسکری لحاظ سے بخشی تھی اور دشمن کی منظم فوج کو شکست سے دوچار کرے۔

تاآنکہ وہ 15 شعبان 1437 ہجری بمطابق 21 مئی 2016 امریکی طیارے کی بمباری سے شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ملا اختر محمد منصور شہیدؒ کا دور امارت اگرچہ بہت تھوڑے عرصے پر مشتمل تھا لیکن اس محدود عرصے میں انہوں نے اتنے مؤثر اقدامات کیے جن کی برکت سے امارت کے زیرنگیں علاقوں میں اتنی وحدت تھی کہ شہید امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر نئے امیر کا تقرر اس طور پر ہوا کہ کسی کو بھی مخالفت کی جرات نہ ہوئی۔ اگرچہ آپؒ کی شہادت سے ایک ایسی خلاء محسوس ہوئی جو کبھی پر نہ ہوسکے گی لیکن انہوں نے اپنے ماتحت عملہ کی اس طور پر تربیت کی تھی کہ وہ ہر وقت تیار تھے کہ اگر خدانخواستہ کسی بھی وقت کوئی سانحہ رونما ہوا تو وہ دیدہ دلیری سے امارت کے تمام امور بحسن وخوبی سرانجام دے سکیں گے اور امارت کی منظم جدوجہد میں کبھی دراڑ پڑنے نہ دیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ آپؒ نے جہادی امور کی ترقی اور اسے منظم رکھنے کے لیے ایسے اقدامات کیے تھے جن کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں کسی قسم کے اختلاف کی کوئی گنجائش رہ سکتی تھی اور نہ ہی قیادت کے مسئلے پر کوئی تنازعہ کھڑا ہوسکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ جہاد وسیاست کے اس مرد آہن اور مجدد پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، ان کے صحیح اور حقیقی جانشین پیدا فرمائے، اور ان کے پاک خون کے وسیلے سے اس مملکت کو آزادی دلائے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

امریکہ نے افغانستان میں کیا کھویا کیا پایا؟

موسیٰ فرہاد

حال ہی میں جب امریکہ میں انتقال اقتدار کا عمل جاری تھا تب سے مغربی تجزیہ کار اور دانشوران امریکی حکام کو مشورہ دے رہے ہیں کہ افغانستان سے متعلق اپنی اسٹریٹیجک پالیسی جلد از جلد تبدیل کرے۔

ان کا کہنا ہے کہ امریکی افواج نے اگر مستقبل میں بھی یہی پالیسی جاری رکھی تو وہ وقت دور نہیں کہ امریکہ افغانستان میں شکست کی وجہ دنیا بھر میں سیاسی و عسکری شکست کا سامنا کرے گی، بالآخر امریکہ اپنے دشمنوں کی سیاسی واقتصادی دباؤ کے باعث اپنی ریاستیں بھی برقرار نہ رکھ سکے گی اور وہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ جائے گی۔

مغربی دانشوروں کے یہ مشورے انہی کی میڈیا کے ذریعے وقتاً فوقتاً نشر ہوئے ہیں، لوگوں نے سنے اور پڑھے۔ ان کے بقول امریکہ کی رواں پالیسی چند بنیادی وجوہات کی بنا پر ناکام ہے۔

1:- امریکہ نے جن مقاصد کے لیے افغانستان پر فوجی حملہ کیا تھا، اگرچہ ان کے زعم کے مطابق یہ جنگ چند دنوں یا زیادہ سے زیادہ چند مہینوں میں ختم ہو کر جیت جائے گی لیکن آج سترہ برس گزرنے کے باوجود ان مقاصد میں سے ایک بھی حاصل نہ ہوا اور جنگ تاحال جاری ہے۔

2:- امریکہ نے بزعم خویش یہ سمجھ رکھا تھا کہ افغانستان پر حملے کے بعد ایک طرف عالمی دنیا پر ان کی دھاک بیٹھ جائے گی جبکہ دوسری طرف دنیا ان کی زیر نگیں آجائے گی اور دیگر ممالک کے داخلی مسائل میں مداخلت آسان ہو جائے گی، بالآخر دنیا کے چوہدراہٹ بھی ان کے قبضے میں آجائے گی، لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ افغان جنگ کی وجہ سے امریکہ کی وہ رہی سہی حیثیت بھی باقی نہ رہی جس کی وجہ سے بہت سارے کمزور ممالک بھی امریکہ کے خلاف موقف اپناتے ہیں۔

3:- امریکہ کی عسکری قیادت کا خیال تھا کہ دہشت گردی کے نام پر جنگ ایک بہت ہی اہم اور مناسب عنوان ہے، اسی عنوان کے تحت اسلامی ممالک، تحریکات، شخصیات، مراکز اور ان دینی مدارس کو نشانہ بنائیں گے جو مغرب اور بالخصوص امریکہ کے لیے بالفعل یا بالقوہ خطرہ ہوں۔ لیکن افغان جنگ میں امریکہ کے نہ صرف یہ کہ درج بالا مقاصد پورے نہی ہوئے بلکہ ان کے مزعومہ خطرات ایسی شکل دھار چکے ہیں کہ وہ حقیقی معنوں بھی امریکہ اور مغرب کے لیے خطرہ بن گیے ہیں۔

4:- افغانستان پر حملے سے قبل امریکی حکام کا خیال یہ تھا کہ افغانستان اور بعد ازاں عراق پر حملے سے ان کی معیشت پر خاطر خواہ اثر نہیں پڑے گا کیونکہ یہ جنگ نیٹو کی فوجی تعاون سے کی جارہی تھی، ظاہر ہے کہ مالی بوجھ بھی نیٹو ہی اٹھائے گی، لیکن اس کے برعکس امریکہ کی معیشت کو ٹریلین نقصان پہنچا، کیونکہ معاونین نے صرف اپنی افواج کے قیام وطعام کا بندوبست کی تھی، دیگر سارے مصارف امریکہ کے ذمے ہو گیا جس کی وجہ سے ان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا۔

5:- سابق سویت یونین فیڈراسیون کی سربراہی میں وارسا کی سیاسی اتحاد کے خاتمے کے بعد پہلی امرتبہ ایسا ہو رہا ہے کہ امریکہ کی سربراہی نیٹو کا

اتحاد ایک غیر اعلانیہ جنگ میں کود رہی ہے اور دنیا کے سامنے اپنی فوج کی طاقت دکھا رہی ہے۔ اسی لیے امریکہ کے نزدیک نیٹو کا اتحاد مزید مضبوط ہو جانا چاہیے تھا، نہ کہ مزید کمزوری کی طرف گامزن ہو جائے۔ لیکن آج کل عام مشاہدہ ہے کہ نیٹو کی حیثیت صرف تبلیغ کی حد تک رہ گئی ہے اور خود امریکہ کو بھی اس پر بھروسہ نہ رہا۔

درج بالا دونوں دعووں کے ثبوت کے لیے امریکہ کے موجودہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی میڈیا پر آنے والے بیانات ہی کافی ہیں، جس میں انہوں نے کہا "نیٹو ایک ناکام اور فرسودہ ادارہ ہے جس نے امریکہ کے لیے مالی حوالے سے مشکلات پیدا کی ہے۔ اب نیٹو کو بھی امریکہ کے ساتھ تعاون بڑھانا چاہیے ورنہ امریکہ اپنی رقم اپنے معدنیات پر خرچ کرے گی"

امریکہ کو جب حملے سے مطلوبہ اہداف حاصل نہیں ہوئے، تو مغربی دانشوروں نے افغانستان سے متعلق امریکہ کی پالیسی مکمل طور پر ناکام قرار دیا۔ ان کا مطالبہ ہے کہ امریکہ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کر کے جلد از جلد امریکہ سے اپنی بوریا بستر گول کر دے۔

غاصب ممالک کا کارنامہ

اب ذرا اس پہلو پر غور کریں گے کہ امریکہ اس طویل المیعاد اور بے نتیجہ جنگ میں افغانستان کو کیا دیا اور اس سے کیا چھینا؟

امریکہ نے سب سے پہلے افغان عوام سے ایک ایسا نظام چھین لیا جو اس وقت افغانستان کو اشد ضرورت تھی، جو طالبان کے ہاتھوں نافذ کیا گیا اسلامی حکومت تھا، طالبان کے دور حکومت سے قبل افغانستان میں جو انارکی اور بدامنی پھیلی ہوئی تھی اس سے ہر ایک باخبر ہے۔ طالبان اٹھے، انارکی کا خاتمہ کیا اور امن وامان قائم کیا، سازشوں کا قلع قمع کر کے ملک کو توڑنے سے بچایا، اسلحہ ضبط کر کے چوری اور فساد کا خاتمہ کیا جو ایک مملکت کے بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔ اس کے بدلے میں امریکہ نے افغانوں پر ایک ایسا نظام مسلط کیا جو بظاہر تو کلاشنکوف اور اسلحہ کے بل بوتے پر مستحکم اور جدید طرز کی ریاست دکھائی دیتا ہے، جمہوریت قائم ہے، انتخابات، فوج، پولیس، میڈیا، سفارتخانے ،وزارتیں اور کانفرنسیں ہیں لیکن یہ تمام چیزیں اسکرین کے پردے تک محدود ہیں۔ کیونکہ یہاں انارکی کی واضح دلیل یہ ہے کہ ایک کابل پر دو حکومتوں کا راج ہے۔

امریکی اور دیگر مغربی میڈیا خود اعتراف کرتی ہے کہ افغان حکومت نے فساد اور بدامنی میں عالمی ریکارڈ توڑ دیا۔ افغانستان میں بے یقینی کی صورتحال ماضی سے کہیں زیادہ ہے۔ امن وامان کا تو تصور ہی محال ہے۔

یہ وہ نظام ہے جو امریکہ نے افغانستان پر مسلط کیا اور ان سے ایک طرف تو ایک صالح نظام چھین لیا دوسری طرف افغانستان میں ہزاروں بے گناہ افغانوں کو شہید کیا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ رواں غیر یقینی صورتحال میں بھی ان کو احساس نہیں ہو رہا بلکہ بدستور اپنی پالیسیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اسی لیے ہم ان مغربی دانشوروں کے مشوروں کی تائید کرتے ہیں جو امریکی حکام کو وقتاً فوقتاً دیتے رہتے ہیں، ہم بجا طور کہہ سکتے ہیں کہ امریکہ نے ایک طرف افغانستان کو تباہی کے دہانے پہنچایا اور دوسری طرف اپنی بھی بری حالت کر دی، امریکہ کو اب ہوش کے ناخن لینے چاہئیں، خود کو اور افغانوں کو مزید تباہی کے منہ میں نہ دھکیلے جائیں۔

منصوری عملیات کے تحت مفتوحہ علاقوں کی دوبارہ تعمیر کی پالیسی

شاہد غزنیوال

امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح موسم بہار میں اسلامی امارت نے صلیبی غاصبین کے خلاف منصوری عملیات کا اعلان کیا تھا۔ منصوری عملیات گذشتہ سالوں کی فوجی آپریشنز سے ممتاز ہیں۔ امتیاز یہ کہ یہ صرف فوجی عملیات نہیں ہیں بلکہ عسکری میدان میں کامیابیوں کے ساتھ ساتھ مملکت کی دوبارہ تعمیر کے بھی کافی سارے منصوبے شامل ہیں۔ ان عملیات میں اسلامی امارت نے اپنے زیر نگیں علاقوں میں دوبارہ تعمیر کی تفصیلی پالیسی بھی اعلان کیا۔

مذکورہ پالیسی کے اعلان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مجاہدین صرف فوجی اور جنگی میدان کے لوگ نہیں ہیں بلکہ ملک کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرکے بہترین حکومت چلانے والے سیاستدان بھی ہیں جنہوں نے عسکری میدان میں ریکارڈ کامیابیاں حاصل کرکے ملکی ترقی اور عوامی بہبود کے بہتر نمونے دکھائے۔

منصوری عملیات کے اعلان سے متعلق اسلامی امارت کی پالیسی کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوجائے گا کہ مذکورہ اعلامیہ گذشتہ سالوں کی بنسبت زیادہ وسیع، منظم اور عوام کو متحد رکھنے میں زیادہ سودمند ثابت ہوگا۔

اسی سے متعلق مذکورہ اعلامیہ میں ہے:

"اس سال کے منصوری عملیات غاصبین کے خلاف گذشتہ سالوں کی بنسبت نوعیت اور کیفیت کی تبدیلی کے ساتھ دو ملکی حصوں میں آغاز کیا جائے گا"

منصوری عملیات کے بیان کردہ اعلامیے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی امارت فوجی عملیات کی بنسبت ملکی ترقی اور تعمیر میں کردار ادا کرنے کو ترجیح دیں گے۔ اسی لیے مذکورہ اعلامیے میں فوجی نظم وانتظام کی بجائے ملکی ترقی کے منصوبے جیسے اسکول، ہسپتال اور فلاحی اداروں کی تعمیر پر زیادہ زور دیا گیا ہے، عوامی فلاح کے کاموں میں فعال کردار ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح فوجی میدان میں فعال کردار ادا کرنے کے علاوہ افہام وتفہیم کے ساتھ کابل انتظامیہ کے ساتھ کام کرنے والوں کو فکری لحاظ سے دعوت دے کر ان کو کام کرنے سے روک دیئے ہیں۔

اسی لیے بیرونی افواج اور ان کے سہولت کاروں کے خلاف عسکری محاذ پر کارروائیاں محدود کی ہیں۔ مجاہدین کو بھی اس بات کے پابند بنائے گئے کہ دشمن کے قیدیوں اور زخمیوں کے ساتھ انسانی اور اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے ان کے ساتھ بہتر رویہ روا رکھا جائے۔

مجاہدین کو اس بات کا بھی پابند بنایا گیا کہ جنگ کے دوران عوام کے جان ومال کا تحفظ یقینی بنایا جائے، ایسے مقامات پر کارروائیاں نہ کی جائیں جہاں عوامی املاک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اگر مجاہدین نے اپنی کارروائیاں اس پالیسی کے تابع بنائیں توسیاسی وعسکری میدان میں کافی سارے مثبت اثرات دکھائی دیں گے۔

مجاہدین کی جانب سے سب سے پہلے مفتوحہ علاقوں میں عوام کے بنیادی انسانی حقوق کی دائیگی اور تنازعات کے حل کے لیے شرعی قاضیوں پر مشتمل کورٹ بنائے گیے۔ امارت کی اس پالیسی کے نافذ العمل ہونے کے بعد شرعی فیصلوں کے ساتھ ساتھ حکومتی اراکین بھی فعال کردار ادا کرنے کے لیے خدمات پیش کریں گے۔ ملکی نظام ہاتھ آنے کے بعد سب سے پہلے تعلیمی اداروں کا قیام، ہسپتالوں کی تعمیر اور باشندگان ملک کے لیے حلال نفقہ کا روزگار مہیا کرنا بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔

اللہ تعالی منصوری عملیات کو ملکی آزادی کا ذریعہ بنائیں اور مجاہدین کو توفیق بخشے کہ غاصبین کے خلاف اپنی توانائیاں بروئے کار لاکر عوامی خدمت پر توجہ دے سکیں۔

ہم دست بدعا ہیں کہ اسلامی امارت کے شہید امیر، امیر المؤمنین کی روح کو اعلی علیین میں جگہ دیں اور مجاہدین کو اپنے پیشرو شہداء کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں

آمین یارب العالمین

اسلامی تہذیب و مغربی تہذیب .... ایک تقابلی جائزہ

ملا محمود

تہذیب وتمدن ہر وقت اور ہر زمانے میں انسانی ضرورت رہاہے۔ مہذب انسان ہر معاشرے میں قابل قدر ہوتا ہے اس کی تکریم و تعظیم دنیا کی تمام اقوام میں مسلم ہے۔ لیکن تہذیب کیاہے اور تمدن کسے کہاجائے؟ یہی ایک بنیادی سوال ہے جو فی الوقت اسلام اور مغرب کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ اسلام قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ایک ضابطہ حیات اور قیام قیامت تک انسانوں کی راہنمائی کے لیے راہنما اصول وضع کرتا ہے۔ اس لیے ان تمام قیود وحدود جو اسلام اور اسلامی فلسفہ حیات میں ہیں اسے تہذیب سے تعبیر کرتا ہے اور ان پر عمل پیرا انسان کو مہذب انسان کہتاہے۔ وہ تمام قیود وحدود دراصل الٰہی احکامات ہیں جو انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے وضع فرمائے گیے ہیں اور وہی عین انسانی فطرت بھی ہے۔ اگر مغربی فکر وفلسفہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس کے تمام احکامات و اصول عقل کے گرد گھومتے ہیں، عقل اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کردے تو اہل مغرب اسے آنکھ بند کر کے تسلیم کرتے ہیں اور اگر عقل غلط بتائے تو بھی بلاتوقف مان لی جاتی ہے۔ اب اگر ہر ایک کے لیے عقل ہی راہنما بن جائے اور عقل ہی سے تمام امور میں راہنمائی لے لی جائے تو انسانی سوسائٹی دشت بے اماں کی نظر ہو کر قدم قدم پر ٹھوکریں کھائے گی۔ انسانی خواہشات اور مفادات کا ٹکراؤ ہو گا جس کی وجہ سے جنگیں جنم لیں گی۔

اسلام کے احکامات واضح اور روشن ہیں، اسلام کہتاہے کہ اقتدار اعلی اللہ تعالی کے لیے ہیں، انسان زمین پر ان کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اللہ تعالی کے احکامات اللہ کی منشا کے مطابق نافذ کریں گے، عقل کو وحی کے تابع بنا کر انسانی فطرت پر عمل کیا جائے۔ لیکن مغرب کہتاہے کہ عقل ہی راہنماہے اور برے بھلے کی تمیز کے لیے واحد وہی معیار ہے۔ کونسی چیز حلال ہے کونسی حرام؟ اس کا فیصلہ عقل اور انسانی سوسائٹی نے کرنا ہو گا۔ جب ان کے ہاں عقل ہی برے بھلے میں تمیز کے لیے معیار ہے تو ایسے میں کچھ شرمناک اور خلاف فطرت باتیں بھی سامنے آتی ہیں جنہیں مغرب بڑے شوق سے پوری کرتا ہے۔

> اسلام عورتوں کو پردے کا حکم دیتاہے تاکہ عورت مستور رہے اور گھر کے کام کاج میں انہماک کے ساتھ لگی رہے اور مزید یہ کہ اللہ کی عبادت کرتی رہے۔ گھر سے باہر کی تمام ذمہ داریاں اس کے شوہر پر ڈال اسے نان نفقہ کی فکر سے آزاد کیا۔ یہ اسلام کا ایک عظیم احسان ہے جو عورت پر کیا گیا لیکن مغرب کو یہاں بھی روایتی بے چینی نے تنگ کیا اور عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر اسے سربازار نچایا اور اس کے حسن کو بیچ چوراہے فروخت کردیا۔

مثلاً نکاح کا اجراء، یہ اعلی انسانی اقدار کے لیے نہایت ضروری ہے، متمدن معاشرہ اسی پر عمل پیرا ہو کر نسل انسانی کا عمل جاری رکھتا ہے اور یہی عین فطری عمل ہے۔ جبکہ اس حوالے سے موجودہ مغربی فلسفہ حیات اور قبل از اسلام کے تاریک اور جاہلی دور کے معاشرہ کے اصول میں یکسانیت ہے۔ موجودہ مغربی معاشرہ اور قبل از اسلام کے جاہلی معاشرے کا اگر موازنہ کیا جائے تو زبردست مماثلت پائی جاتی ہے۔ جن رشتوں کے ساتھ متمدن معاشرہ ازدواجی تعلق کو ناجائز اور غیر قانونی سمجھتاہے اور جس سے سلیم انسانی فطرت نفرت کرتی ہے اسے مغربی معاشرہ مکروہ ماننے

کے لیے بھی تیار ہی نہیں ہے اور انہی رشتوں کو ازدواجی تعلق سے آلودہ کرتے ہیں۔ بہن اور اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کو ہر متمدن معاشرہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا اور اسے خلاف فطرت سمجھتا ہے، لیکن مغرب اسے خواہش اور عقل کے ترازو میں تول کر جائز سمجھتا ہے اور کہیں کہیں اس پر عمل بھی ہوتا ہے۔ ایسے میں معمولی فکر و نظر رکھنے والے کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ مغرب کے ساتھ انسانی ہمدردی اور اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے کیا اصول اور کون سا فلسفہ ہے؟

اسلام بچوں کو سات سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد بستر ے الگ کرنے کا حکم دیتا ہے، تاکہ اخلاقی بیماریاں پھیلنے کا اندیشہ ہی پیدا نہ ہو، یہاں ایک بات سمجھ لینی ضروری ہے، اسلام کا ایک مزاج ہے وہ یہ کہ اسلام برے اعمال سے ہی نہیں روکتی بلکہ اس کے قریب جانے اور اس کی طرف دعوت دینے والے عوامل سے بھی دور رہنے کی تلقین کرتا ہے، اسی لیے بار ہا حکم دیتا ہے ولا تقربوا الزنا، زنی کے قریب بھی نہ جاؤ، ولا تقربوا مال الیتیم، یتیم کے مال کے قریب بھی نہ بھٹکو کہ اسے کھانے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام گناہ کے قریب جانے سے بھی روکتا ہے، اسی طرح کی سینکڑوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

بات ہو رہی تھی بچوں کو سات سال کے بعد بستر ے الگ کرنے کی اسلامی حکم کی، اس حوالے سے بھی مغرب کا کردار نہایت شرمناک ہے۔ آئے روز اخبارات میں مختلف مغربی ممالک کے حوالے سے بیانات، مضامین اور رپورٹس آتے ہیں کہ باقاعدہ لڑکے کی لڑکے اور لڑکی کی لڑکی کے ساتھ شادی کی تقریب بنائی گئی اور اسے نہایت دھوم دھام کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ ہم جنس پرستی کے اس طوفان بلاخیز سے جو اخلاقی بیماریاں پھیلتی ہیں وہ ظاہر ہے ایک متمدن معاشرے کی نہیں ہو سکتی، متمدن معاشرہ تو اس کا سوچ بھی نہیں سکتی۔

اسلام عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ہے تاکہ عورت مستور رہے اور گھر کے کام کاج میں انہماک کے ساتھ لگی رہے اور مزید یہ کہ اللہ کی عبادت کرتی رہے۔ گھر سے باہر کی تمام ذمہ داریاں اس کے شوہر پر ڈال اسے نان نفقہ کی فکر سے آزاد کیا۔ یہ اسلام کا ایک عظیم احسان ہے جو عورت پر کیا گیا لیکن مغرب کو یہاں بھی روایتی بے چینی نے تنگ کیا اور عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر اسے سر بازار نچوایا اور اس کے حسن کو بیچ چوراہے فروخت کر دیا۔

مغرب کی اس فلسفے سے ہمارے نام نہاد ترقی پسند بھی کافی مرعوب ہیں۔ پچھلے دنوں فیس بک پر ہمارے ایک دوست جسے اس دن تک میں نہایت معزز سمجھتا رہا اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا رہا، لیکن اگلے دن انہوں نے اپنے اکاؤنٹ سے ایک ایسی تصویر شئیر کر دی جس سے بخدا شرم کے مارے میری آنکھیں جھک گئیں اور صرف میری ہی نہیں ہر شریف النفس اور سلیم الطبع انسان کو ناگوار گزرا۔ تصویر کیا تھی، اپنی ہی اہلیہ کے گلے میں ہاتھ ڈال کر مسکراتے ہوئے تصویر کے سامنے کھڑے تھے اور پھر اس تصویر پر سینکڑوں کی تعداد میں کمینٹس۔ میں تو ایک لمحے کے لیے چکرا گیا کہ یا خدایا مغربی تہذیب و تمدن سے اتنی مرعوبیت کہ اسے اپنی عزت کا خیال نہیں رہا؟

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے آمین

اسلام کے ساتھ یہ کھلواڑ

ابو صہیب ملا محمود

سوشل میڈیا تک ہر عام وخاص کی رسائی کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ یہاں ہر کوئی اپنے خیالات ، نظریات اور افکار بھی پیش کر سکتا ہے اور آزادی کے ساتھ دوسروں کے نظریات، افکار، اور خیالات سے متعلق اپنی آراء بھی دے سکتا ہے۔ لیکن ایک پہلو بہر حال منفی ہے کہ یہاں ایسے لوگ بھی سر گرم ہیں جن کی علمی استعداد و صلاحیت نہایت سطحی ہوتی ہے اور وہ اسلام اور شعائر اسلام سے متعلق اپنی خبث باطن کا اظہار کر کے بڑی دیدہ دلیری سے اسے آزادی اظہار رائے کے زمرے میں ڈال کر گند پھیلانے میں مصروف ہوتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ ایسے لوگ اپنی آراء، نظریات، افکار اور خیالات دوسروں پر زبردستی ٹھونسنا چاہتے ہیں۔

آئے دن اسلام کی بنیادی تعلیمات اور امتیازی شان پر سوالات کھڑے کر کے تشکیک کی تحریک منظم کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں سے جب اسلامی تعلیمات سے آگہی کا پوچھا جاتا ہے تو دھڑلے سے کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات پر بات کرنے کے لیے بھی ان سے واقف ہونا ضروری ہے؟

ارے! کچھ تو انصاف سے بھی کام لیں۔ دنیا کا مسلمہ قانون ہے کہ ہر شعبے کا ماہر ہی اس شعبے کی بنیادوں اور شاخوں پر گفتگو کا حق رکھتا ہے ورنہ متعلقہ شعبہ کی شناخت ہی ختم ہو جائے گی۔ ہماری میڈیا نے اسی اصول کے پیش نظر تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق اپڈیٹ حاصل کرنے کے لیے متعلقہ شعبہ کے ماہر نمائندے مقرر کیے ہیں۔ تاکہ ماہر فن ہی ناظرین، سامعین یا قارئین تک بنیادی معلومات فراہم کر سکیں۔ معیشت واقتصاد کے ماہرین فلموں سے متعلق کبھی رائے نہیں دیں گے کہ یہ ان کی دلچسپی کا میدان نہیں ہے۔ فلمی دنیا سے وابستہ سپر سٹارز سیاست پر کبھی رائے زنی نہیں کریں گے کہ اس کی انہیں تنخواہ نہیں ملتی۔ شوبز کے لیے مخصوص ٹیم کبھی بھی کھیل کو موضوع بحث نہیں بنائے گا کہ اس کے لیے الگ نمائندے ہوتے ہیں۔

ایک اسلام ہے جس کی تعلیمات اور امتیازی شان پر ہر کہ ومہ کو صرف بات کرنے کا ہی نہیں انہیں چیلنج کرنے کا بھی حق حاصل ہے کیونکہ ان پر بات کرنے کے لیے ماہر علوم ہونا ضروری نہیں۔ عجیب منطق اور انوکھے معیارات ہیں جو اہل عقل ودانش نے گڑھ رکھے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں مہارت اگر پیدا ہو جائے تو اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور فطری امور پر اعتراض ایوارڈ یافتہ چغد تو کر سکتا ہے صاحب خرد نہیں۔ اگر مہارت نہیں ہے تو سوال کرنے کا حق کس نے دیا؟ المیہ تو یہ ہے کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متعلق معلومات کا حال یہ ہے کہ فرائض وواجبات، سنن، ومستحبات صلوۃ تک سے واقف نہیں ہیں اور بات کرتے ہیں اسلام کی فنی علوم سے متعلق۔

فیاللعجب

کابل کی جمہوریت میں میڈیا کی فریاد

موسیٰ فرہاد

پچھلے دنوں میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ دسیوں میڈیا گروپس نے اپنے دفتروں کو تالے لگا کر مزید میڈیا کے ساتھ وابستگی سے انکار کیا ہے۔ کابل مین امن کانفرنس میں میڈیا فیڈریشن کے ذریعے نشر کی گئی اس خبر میں میڈیا کے نمائندوں نے کہا کہ ملک بھر میں کم و بیش 70 میڈیا گروپس نے میڈیا میں اپنے کام روک لیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میڈیا کو وہ بنیادی حقوق نہیں دیئے جاتے جو کابل گورنمنٹ نے میڈیا کی آزادی کے نام پر حاصل کیے تھے۔ فیڈریشن کے نمائندوں نے شکایت کی کہ میڈیا کو آزادی نہیں دی جاتی، حکام کی جانب سے ان پر بے جا پابندیاں لگائی جاتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ کابل ادارہ اگرچہ میڈیا کی آزادی اور ان کے حقوق کی حفاظت کی دعویدار ہے لیکن ان دعوؤں کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ حکام کی جانب سے ہمیشہ میڈیا پر پابندیا لگائی جاتی ہے، نشریات کو اپنے مفادات کے تابع بنائے جاتے ہیں اور رپورٹرز کو بے جا تنگ کیے جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کابل انتظامیہ کی اسی ناروا رویے کے خلاف 70 میڈیا چینل نے اپنی نشریات بند کردی ہیں اور اتنی ہی تعداد میں مختلف چینلز نے وزارت اطلاعات و ثقافت کو احتجاجی خطوط بھیجے ہیں۔

میڈیا فیڈریشن کے نمائندوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ بسا اوقات اعلی سرکاری حکام کا رویہ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ رپورٹرز حقیقت سے انکار کر کے اپنا کام بند دیں۔ ایسے حال میں کہ جب میڈیا کا مسلمہ قانون ہے کہ حکومت میڈیا کی آزادی کو یقینی بنانے کی پابند ہے، حکومت سمیت کسی بھی ادارے کا حق نہیں کہ وہ میڈیا کی آزاد حیثیت پر قدغن لگائے، بند کرے اور یا اس کی عملی کردار کو محدود کرے۔ اب سوال یہ ہے کہ جمہوریت ہی ایسی رچا رچایا ڈرامہ ہے یا ہمارے لیے ہی غاصب افواج نے یہ خام مال مخصوص کر کے تیار کی ہے۔

جن کے قول و عمل میں واضح تضاد ہے۔ کابل انتظامیہ کی لے میں لے ملا کر بیرونی ڈالر کے نشے میں دھت ہو کر دن رات بیرونی افواج کی غاصبانہ حملوں کے جواز میں تاویلیں کرتے نہیں تھکتے، ملی اور قومی مفادات، اسلامی عقائد اور تہذیبی شناخت کے خلاف اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کابل کی کٹھ پتلی حکومت ان سے راضی نہیں ہے اور ان کے گرد گیر اتنگ کر رہے ہیں۔ ان پر پابندیاں لگائی جاتی ہے اور بغاوت کی صورت میں بے جا تنگ کر رہے ہیں۔ اس طرز کی جمہوریت کو غاصبین اپنے ممالک میں بھی جمہوریت اور آزادی ہی سے تعبیر کرتے ہیں یا صرف ہمارے ہاں یہ نمونہ بطور ماڈل پیش کیا ہے؟

مجھے یقین ہے کہ ان بنیادی عناصر کو بھی اب یقین ہو چکا ہو گا کہ جمہوریت اور آزادی کے نام پر ڈالر کے حصول کے لیے اسلامی اور ملی و قومی مفاد کے برعکس جنہوں نے غاصبین کی حمایت کی تھی سب سے پہلے انہی کے ہاتھوں انہی سے ذلیل و خوار ہوں گے۔ میڈیا کی حالیہ شکایت اور فریاد سے خوب واضح ہے کہ کابل انتظامیہ کے نااہل حکام آزادی اور جمہوریت کے نام پر ناروا رویہ روا رکھتے ہیں، ان کی نوے فیصد پروپگنڈہ اور دلائل انہی ادارے کے لیے ہوتی ہیں۔ باقی دس فیصد بقول ان کے آزاد ہیں۔ لیکن پھر بھی حکام ان فیصد کے مقابلے کے متحمل نہیں ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی مغربی آقاؤں کی حمایت کے لیے استعمال ہوں۔

بلخ حملہ اور چند سوالات

ابو یاسر افغان

مجاہدین کی طرف سے مزار شریف کے نواح میں اہم فوجی مرکز 'شاہین کور بیس' پر حملے میں 500 فوجی ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہو گئے تھے۔ تقریباً گزشتہ چند سالوں میں ایسا حملہ نہیں ہوا تھا۔ اس حملے کے لیے وہی منصوبہ بندی استعمال کی گئی تھی جو ساڑھے تین سال پہلے صوبہ ہلمند میں برطانوی فوج کے اہم مرکز 'شوراب' پر حملے کے وقت بنائی گئی تھی۔ اس حملے کے بعد نیویارک ٹائمز نے رپورٹ شائع کی، جس میں مسجد پر حملے سے متعلق کابل انتظامیہ کے دعوؤں کو غلط ثابت کیا تھا۔ نیویارک ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ یہ حملہ ڈائننگ روم پر تب کیا گیا، جب وہاں فوجی کھانے میں مصروف تھے۔ حملے کے بعد شائع ہونے والی تصاویر میں کرسیاں اور میز دکھائی دیتے ہیں۔ جب کہ اس میں مسجد کی کوئی تصویر نہیں تھی۔

اس حملے کی مذمت کرنے والوں کے سامنے چند اہم سوالات ہیں۔

1: افغان فورسز اور غیر ملکی حملہ آور کس کے خلاف لڑ رہے ہیں؟ اگر مجاہدین کے خلاف نہیں تو پھر انہی کو ہدف کیوں بنایا ہوا ہے؟ جب کہ یہ جنگ مجاہدین کے خلاف ہے۔ ان کے خلاف جنگ میں امریکا نے اس حال میں پہل کی ہے کہ اُس کے پاس فوجی اور ہتھیار وافر مقدار میں دستیاب تھے۔ جب کہ مجاہدین کم تعداد ہونے کے ساتھ ساتھ جنگی وسائل کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔ ایسے کمزور فریق سے رحم کی توقع کرنا ڈھونگ اور بزدلانہ حرکت کے سوا کیا ہے؟

2: جب امریکی فوجی افغان انتظامیہ کے شانہ بشانہ مجاہدین کے خلاف آپریشن کرتے ہیں۔ مدارس، مساجد اور گھروں پر چھاپے مارتے ہیں۔ عوام کو قتل کرتے ہیں۔ حراست میں لیتے ہیں۔ تب آپ لوگ اس پر خوشی کا اظہار کیوں کرتے ہیں؟ دہشت گردی کو شکست دینے کا عزم کرنے والے ایک طرف خود کو محفوظ سمجھتے ہیں اور دوسری طرف مجاہدین سے رحم کی اپیل کرتے ہیں؟!

3: قندوز اور بغلان کے لیے امارت کے متعین گورنروں کی شہادت پر آپ لوگوں نے جشن منایا۔ مجاہدین کی کمر توڑنے کے دعوے کے ساتھ انہیں سرنڈر ہونے کا کہتے رہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جو شخص گورنر ہو کر جنگ کی فرنٹ لائن پر دادِ شجاعت دے رہا ہو، ظاہر ہے، وہ شہادت کے لیے ذہنی طور پر تیار ہے۔ آپ کے نزدیک اسے قتل کیا جا سکتا ہے، لیکن جو لوگ جنگ ہی کے لیے فوج میں بھرتی ہوتے ہیں، کیا وہ انہیں مجاہدین کی گولیوں کا نشانہ نہیں بننا پڑے گا؟ اس میں غم زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

4: امریکی فوجی اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ظاہر ہے وہ مساجد، مدارس، علمائے کرام اور حفاظ کرام کو نشانہ بنائیں گے۔ آپ مسلمان ہو کر ان کی دوستی پر کیوں فخر کرتے ہیں؟ ان کے ہر ظلم کو جواز فراہم کرتے ہیں۔ کیا اسلام دشمنوں کے ساتھ دوستی پر فخر کرنے والے اسلامی اقدار کی حفاظت کر سکتے ہیں؟ امریکا نے عراق، افغانستان، وزیرستان اور شام میں ہزاروں مساجد، جنازوں اور مدارس پر بمباری کی ہے۔ قرآن پاک جلائے ہیں، لیکن آپ نے اس پر اظہار افسوس تک نہیں کیا۔ آخر کیوں؟

5: حملے کے وقت اڈے میں غیر ملکی فوجیوں کے علاوہ 30 ہزار سے زائد افغان اہل کار بھی موجود تھے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ سب بیک وقت مسجد جا کر نماز میں مصروف تھے۔ کیوں کہ ابھی تک افغانستان میں اتنی بڑی مسجد تعمیر نہیں ہوئی ہے، جس میں بیک وقت تیس ہزار افراد کی گنجائش ہو۔

6: حملے سے کچھ دیر بعد بی بی سی اور آزادی ریڈیو نے آٹھ فوجیوں کی ہلاکت کی خبر دی۔ اگر اس کو مان لیا جائے تو کیا آدھ گھنٹے میں صرف 8 اہل کار ہلاک ہوئے تھے؟ جب کہ دیگر 492 اہل کار تو کئی گھنٹوں پر مشتمل لڑائی میں ہلاک ہوئے ہوں گے۔۔ ظاہر ہے وہ آدھ گھنٹے بعد نماز سے فارغ ہو کر مقابلے کے لیے پوزیشن سنبھال چکے تھے۔

7: جب امریکی یا افغان فوجی طالبان پر حملے کرتے ہیں تو وہ مساجد، اسکولز، مدارس، گاؤں اور ہسپتال کا خیال نہیں کرتے۔ پھر مجاہدین سے اس کی توقع کیوں کی جاتی ہے؟ اگر مجاہدین ان مقامات کا خیال رکھتے ہیں تو یہ ان کا مذہبی فریضہ ہے، لیکن آپ مجاہدین کو اس کی نصیحت کرتے ہیں۔ کچھ حیا کرنی چاہیے۔

8: دو ہفتے قبل لغمان میں اور 5 ماہ قبل مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع چپرہار میں امریکی اور افغان فورسز نے 'سفید' نامی مسجد کو شہید کر دیا تھا، جس میں بہت سے لوگ شہید ہوئے تھے، لیکن کسی نے افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ اسی طرح امریکا کی جانب سے اسد خیل میں بم حملے پر خوشی منائی جارہی ہے۔ اس حملے میں چار مساجد شہید ہوئی تھیں۔ اسی طرح کئی بار امریکی اور افغان فوجیوں نے مساجد اور مدارس پر حملے کیے ہیں، جن میں سیکڑوں افراد شہید ہوئے تھے۔ کبھی آپ نے اس پر افسوس کا اظہار کیا ہے؟ اس وقت آپ کو مساجد کے تقدس کا خیال کیوں نہیں آیا۔ امریکی ڈالر سے تعمیر شدہ فوجی چھاؤنیاں امریکی اور افغان فورسز کے لیے جسم فروشی کے اڈے بن چکی ہیں۔

9: کیا فوجی اڈوں میں یہ مساجد اس لیے قائم کی گئی ہیں کہ جنگ کے دوران فورسز ان میں پناہ لے سکے؟ درحقیقت 500 فوجیوں کی ہلاکت نے صدارتی محل میں موجود نام نہاد صدر کا دماغی توازن خراب کر دیا ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ بہانہ تلاش کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ مجاہدین نے مسجد میں نماز پڑھنے والے فوجیوں پر حملہ کیا ہے۔

ان سوالوں کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم مسجد پر حملے کے جھوٹے دعوے کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم اب بھی کہتے ہیں کہ یہ حملہ فوجی مرکز پر کیا گیا تھا، جہاں افغان اور غیر ملکی فوجی اسلام کے خلاف جنگ کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ زرخرید میڈیا یہ کیوں نہیں بتاتا کہ جب فوج اپنے اڈوں کی حفاظت نہیں کر سکتی تو پھر مساجد میں پناہ لے لیتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ نام نہاد حکومت پر سے عوام کا اعتماد ختم ہو گیا ہے۔ وہ جنگ ہار چکی ہے۔ عوام کی توجہ مجاہدین سے ہٹانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ جو لوگ اسلام کے خلاف صلیبی اور یہودی حملہ آوروں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، ان کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے خلاف تمام جرائم میں برابر کے شریک ہیں۔ ایسے لوگوں کو مسجد پر حملے کا دکھ اور افسوس ہو گا؟ حالانکہ ان کی جنگ کا بنیادی مقصد ہی مساجد و مدارس کی تباہی اور ان کا تقدس پامال کرنا ہے۔ افغان فورسز کو اشرف غنی سے پوچھنا چاہیے کہ مجاہدین رہنما اور ان کے بچے جنگ میں قربانیاں دے رہے ہیں۔ وہ جنگ کی پہلی صف میں لڑتے ہیں. اور آپ کی اولاد، وزیروں، گورنروں اور دیگر اہم حکومتی عہدے داروں کے بچے جنگ اس جنگ میں کیوں حصہ نہیں لیتے؟ دوسروں کے بچوں کو اس جنگ کا ایندھن کیوں بنایا ہوا ہے؟ انہیں ورغلاتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ جنگ میں زندہ رہے تو محب وطن، اگر مارے گئے تو شہید کہلاؤ گے۔ کیا ان لوگوں کے پاس ذرا بھی عقل ہے؟

بہتر یہ ہے کہ کابل انتظامیہ غیر ملکی قوتوں کو افغانستان سے نکالے۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو پھر بہتر صورت یہ ہے کہ وہ عوام سے معافی مانگے۔ اقتدار سے علیحدہ ہو جائے۔ ورنہ اس سے بھی بدترین صورت حال کا سامنا کرنا ہو گا۔

جہاد کے ڈاکوؤں سے ہشیار رہیے!

عابد منصور

کچھ لوگ مغرب یا مغربیت سے بے حد متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہوا" تاثر پذیری "کا بوجھ اتارنے کے لیے اسلام کے بعض مخصوص احکام کا تیاپانچہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا ہدف" جہاد یا قتال "ہوتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ یہ طبقہ اپنی ذات پر" وسیع الظرفی "کا لیبل لگاتے ہوئے علمائے کرام تک کو تنگ نظر کہتے نہیں شرماتا۔ قتال فی سبیل اللہ کو لفظ قتال کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے مخصوص نظریے میں "جہاد "کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاد کا لفظ" جہد "سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ" کوشش کرنا"۔ وہ لوگ لفظ جہاد کو مزید وسیع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوشش کسی بھی کام میں کی جا سکتی ہے۔ مثلاً :حلال رزق کمانے کی کوشش بھی جہاد ہے۔ نیکی کی کوشش بھی جہاد ہے۔ ماں باپ کی خدمت بھی جہاد ہے۔ یعنی ایسی بہت سی کوششوں کو جہاد میں سمو کر عوام کو اسلام کے معروف و مشہور "فلسفہ جہاد "سے دور رکھنے کی خفیہ کوشش (جہاد) کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ایک مثال دیکھیے :ایک صاحب اپنی تحریر میں" جہاد بالسیف یا دفاعی جنگ "کے ذیلی عنوان کے تحت بیان کرتے ہیں:

"جہاد بالسیف یا دفاعی جنگ!

جہاد کی چوتھی قسم" دفاعی جنگ یا جہاد بالسیف "ہے۔ یعنی جب دشمن دینی اقتدار کو ختم کرنے اور دین کو تباہ و برباد کرنے کے لیے دین پر حملہ آور ہو تو اس وقت دفاعی جنگ کرنے کو جہاد بالسیف کہتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

(الحج:۴۰-۴۱)

یعنی وہ لوگ جن سے) بلاوجہ (جنگ کی جا رہی ہے، ان کو بھی) جنگ کرنے کی (اجازت دی جاتی ہے۔ کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔) یہ وہ لوگ ہیں (جن کو ان کے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ ہمارا رب ہے، بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا ہے۔"

> جہاد کی غلط تشریح کرنے والے یہ لوگ عوام کو لفظ جہاد کی کسی حد تک خودساختہ" وسعت کا قیدی "بنا کر قتال سے پیچھے ہٹانا چاہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے ایک فرمان کے مطابق ایک زمانہ ایسا آئے گا، جس میں کہا جائے گا کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے۔ درحقیقت وہی زمانہ جہاد کا بہترین زمانہ ہوگا۔

یہ صاحب اپنی وسیع الظرفی) وسیع الفہمی (کا اظہار کرتے ہوئے واضح طور پر جہاد یا قتال کو "دفاعی جنگ "میں قید کر رہے ہیں۔ یعنی ان کی نظر میں جہاد صرف دفاع میں کیا جا سکتا ہے اقدامی جہاد اسلام کا حصہ نہیں ہے۔ مزید ظلم یہ کہ اپنے غلط فکر و فلسفے کو ثابت کرنے کے لیے ایک عربی مقولے کو حدیث کا نام دے کر گمراہی کے اسباب پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ عربی مقولہ ملاحظہ فرمائیے:

"رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر"

(ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس جملے کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جب کہ" کشف الخفاء "نامی کتاب میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ یہ جملہ" ابراہیم بن ابی عبلہ رحمہ اللہ "کا مقولہ ہے۔ یہ حدیث

نہیں ہے۔ جب کہ بیہقی میں ہی مزید یہ لکھا ہے کہ لوگوں نے ابراہیم بن ابی عبلہ سے پوچھا کہ" جہاد اکبر کیا ہے؟ جس پر انہوں نے فرمایا: آدمی کا اپنے نفس کے خلاف جدجہد کرنا۔ "شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے" فتاوی "میں لکھا ہے: یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ارشاد فرمائی گئی حدیث ہے، اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اس جملے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی اچھی اور معیاری پہچان رکھنے والے کسی صاحب نے آپ علیہ السلام سے منسوب نہیں کیا ہے۔

اس کی عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

السؤال: هل هذا الحديث صحيح" :رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر (يعني: جهاد النفس؟"

الجواب: حديث: رجعنا من الجهاد الأصغر إلي الجهاد الأكبر۔ رواه البيهقي بسند ضعيف. قاله الحافظ العراقي في تحقيق أحاديث الإحياء. نقله عنه العجلوني في كشف الخفاء. وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله: هو كلام إبراهيم بن أبي عبلة وليس بحديث. نقله أيضاً العجلوني عن الحافظ في الكشف. وهذا ملخص ما ذكره العجلوني۔ وفي رواية البيهقي: قالوا: وما الجهاد الأكبر؟ قال: جهاد القلب۔ ورواه الخطيب البغدادي بلفظ: رجعنا من الجهاد الأصغر إلي الجهاد الأكبر. قالوا: وما الجهاد الأكبر؟ قال: مجاهدة العبد هواه۔ وقد روياه جميعاً عن جابر. كذا في كشف الخفاء. وقال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله في" الفتاوى: (11/197) "أما الحديث الذي يرويه بعضهم أنه قال في غزوة تبوك: رجعنا من الجهاد الأصغر. إلى الجهاد الأكبر. فلا أصل له. ولم يروه أحد من أهل المعرفة بأقوال النبي صلى الله عليه وسلم وأفعاله "انتهى۔

"مجموع فتاوى ابن باز (26/381) "۔

جہاد کی غلط تشریح کرنے والے یہ لوگ عوام کو لفظ جہاد کی کسی حد تک خودساختہ" وسعت کا قیدی "بنا کر قتال سے پیچھے ہٹانا چاہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے ایک فرمان کے مطابق ایک زمانہ ایسا آئے گا، جس میں کہا جائے گا کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے۔ درحقیقت وہی زمانہ جہاد کا بہترین زمانہ ہوگا۔

قارئین کرام! اس بات سے انکار نہیں ہے کہ قتال کے علاوہ بھی دین کے بہت سے شعبے ہیں، جس بھی شعبے کی خدمت کی جائے، جنت ملتی ہے۔ البتہ قتال سے متعلق ایک مخصوص نکتہ نظر سے" جہاد "کا لفظ استعمال کر کے لوگوں کو قتال سے دور رکھنے کی کوشش انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے۔ جو کسی طرح اسلام کی خدمت نہیں قرار دی جا سکتی۔ عوام کو چاہیے، ایسے شعبدہ بازوں سے اپنے ایمان کو بچاتے رہیں۔ یہ لوگ نہیں چاہتے یا ان کی سوچ اتنی ترقی ہی نہیں کر سکتی کہ اسلام کی خاطر دفاعی کے بجائے اقدامی جنگ بھی ہو سکتی ہے! حالانکہ کئی ایک جنگیں ایسی ہیں، جو اقدامی تھیں۔ یہ غور کا مقام ہے کہ" جہاد اصغر "سے متعلق جس عربی مقولے کو غزوہ تبوک سے واپسی پر ارشاد فرمائی گئی حدیث باور کرایا جاتا ہے، وہی غزوہ تبوک یا بالفاظ دیگر" جہاد بالسیف "دفاعی جنگ نہیں، اقدامی جہاد تھا۔ علاوہ ازیں کم و بیش ایک یا دو جنگوں کے علاوہ آپ علیہ السلام سے لے کر صحابہ کرام کے زمانے سمیت بہت بعد تک جتنی بھی جنگیں ہوئی ہیں، وہ اقدامی ہی تھیں۔ دفاعی جہاد کی شاید ہی کبھی ضرورت پیش آئی ہو، تاآنکہ مسلمان خود عملی طور پر کمزور ہو گئے ہوں، جس کی وجہ سے کفار کو اہل اسلام پر چڑھائی کی جرأت ہوئی ہو۔ ہشیار رہنا چاہیے کہ جہاد سے متعلق قادیانیت کی سوچ کو غامدیت کے غلاف میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ شعبدہ باز لوگ عوام کے دلوں سے جہاد کی محبت لوٹ کر دجال کی خدمت کر رہے ہیں۔ ایسے لٹیروں سے بچیے۔ ایک ایمان ہی تو ایسی متاع ہے، جو آپ کو اللہ سے جوڑے رکھتی ہے۔ اگر یہ ہی چھن گئی تو پھر آپ کے دامن میں باقی کیا بچے گا؟

شاہین چھاونی میں ہونے والی کارروائی کے ماسٹر مائنڈ مجاہد عبید اللہ حسام سے گفتگو

محترم قارئین!

چند دن قبل افغانستان کے شمالی شہر بلخ میں کابل انتظامیہ کے ایک بڑے فوجی مرکز شاہین چھاونی پر امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہدین نوجوانوں نے ایک موثر اور کامیاب حملہ کیا جس میں سینکڑوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اس حملے نے پوری کابل انتظامیہ کو ہلا کر رکھ دیا، یہاں تک کہ وزیر دفاع اور چیف آف آرمی نے استعفیٰ دے دیا۔ اس کارروائی کے حوالے سے ہم نے کارروائی کی منصوبہ بندی کرنے والے مجاہد سے گفتگو کی ہے جو آپ کی توجہ کے نذر کی جارہی ہے۔

سوال: سب سے پہلے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہوسکے تو پہلے آپ اپنا تعارف کرائیں۔

جواب: میرا نام عبید اللہ حسام ہے صوبہ بلخ میں کٹھ پتلی انتظامیہ کی شاہین چھاونی میں ہونے والی حالیہ فدائی مجاہدین کی کارروائی اور امارت اسلامیہ کے روشن جہادی لشکر کا ایک مجاہد ہوں۔

سوال: صوبہ بلخ کی چھاونی پر حملے کے حوالے سے اگر معلومات دی جاسکیں کہ اس حملے کی منصوبہ بندی کس طرح کی گئی؟ یہ ہدف کیوں منتخب کیا گیا؟ اور یہ حملہ کس طرح کامیاب ہوگیا؟

جواب: امارت اسلامیہ کی قیادت اور متعلقہ عسکری ذمہ داران کی جانب سے عمری آپریشن کی سٹریٹیجی کا اہم حصہ داخلی اور بیرونی دشمن کے اہم اور قابل حیثیت، محفوظ اہداف پر طرح طرح کے فدائی حملے کرنا اور جس طرح ہمیشہ سے دشمن کے اہم اہداف پر حملے ہوتے رہے ہیں یہ امارت اسلامیہ کی کارروائیوں کا اہم حصہ رہا ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ کے متعلقہ ڈیٹیکٹو عملہ کی جانب سے مسلسل دشمن کے اہم اہداف کی تلاش کی جاتی ہے اور ان کو نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ جن اہداف کے متعلق معلومات مکمل ہوجاتی ہیں تو ان اہداف کے درمیان ایک معیار کے مطابق انتخاب کیا جاتا ہے اور جو ہدف حملے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے امارت اسلامیہ کے متعلقہ عسکری ذمہ داران کی جانب سے اس پر حملے کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔

بلخ میں کٹھ پتلی انتظامیہ کی چھاونی پر حملے کا منصوبہ اس طرح تھا کہ پہلے اس چھاونی کی صفوں میں اس چھاونی کی عسکری تنصیبات، تشکیلات اور سیکیورٹی تدابیر کے حوالے سے مکمل اطلاعات جمع کرنے کے لیے خاص استشہادی گروپ جو چار مجاہدین پر مشتمل ہوگا انہیں دشمن کی صفوں میں نفوذ دیا جائے گا، یعنی وہ دشمن کی صفوں میں گھس جائیں گے۔ الحمدللہ یہ کارروائی کامیابی سے مکمل ہوگئی، پھر ان کے جمع کردہ تحقیقی معلومات کی بنیاد پر چھاونی کے سیکیورٹی بیریئرز اور چیک پوسٹوں کے حوالے سے تدبیریں طے کی گئیں۔ حملے کے لیے فدائی مجاہدین کا انتخاب کیا گیا۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ فدائی مجاہدین کے پاس وسائل، اسلحہ اور دھماکہ خیز مواد کیا اور کتنا ہونا چاہیے۔ حملے کے لیے مناسب وقت متعین کیا گیا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے یہ حملہ کامیابی سے ہمکنار ہوگیا۔

بلخ میں کٹھ پتلی انتظامیہ کی چھاونی اس لیے ہدف کا نشانہ بنی کہ اس چھاونی سے صلیبی جارحیت پسندوں نے شمال میں ہمارے مظلوم عوام پر مظالم ڈھانے، بمباریاں کرنے اور مجاہدین کے خلاف کمانڈو آپریشن طے کیے جاتے تھے اور یہیں سے ان کی رہنمائی اور کمانڈ کی جاتی ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے قندوز کے گورنر محترم ملا عبدالسلام شہید اور بغلان کے گورنر محترم مولوی لعل محمد محمدی شہید کو شہید کرنے کے منصوبے یہیں تشکیل دیے گئے تھے۔ اس کارروائی میں چھاونی کے ظالم اور سابق کیمونسٹ جنرل اور فوجیوں کے ہاتھ تھے۔

چھاونی پر حملہ اس طرح ہوا کہ دس فدائی مجاہدین جن کی اچھی طرح سے تربیت کی گئی تھی کٹھ پتلی انتظامیہ سے غنیمت میں حاصل کی گئی دو لینجر گاڑیوں میں R.P.G 7 گولہ مارنے والا لانچر، مشین گن، ایم16 رائفل، دیگر مشین گنیں اور فدائی جیکٹ وغیرہ دے دیا گیا۔ پہلے دو بیریئر اور چیک پوسٹوں سے اس طرح گذرے کہ ایک فدائی مجاہد کو زخمی دکھایا گیا، اسے پٹیاں بھی باندی گئی تھیں۔

گاڑی کا سائرن بھی بج رہا تھا۔ اور ہر چیک پوسٹ پر یہی بتاتے رہے کہ وہ فاریاب بریگیڈ سے آئے ہیں اور یہ زخمی ہمارے ساتھ ہے۔ تیسرے چیک پوسٹ پر فدائی مجاہدین کے کوشش کی ہتھیار ان کے حوالہ کیے بغیر بلا کسی لڑائی کے پرامن طریقے سے گذر جائیں۔ مگر جب وہاں موجود فوجیوں نے ہتھیار حوالہ کر کے اندر جانے پر اصرار کیا تو مجاہدین نے ان پر فائرنگ کھول دی۔ ان کو راستے سے ہٹانے کے بعد بہت تیزی سے چھاونی کے اندر میس تک خود کو پہنچانے میں کامیاب رہے۔

ایک فدائی مجاہد نے میس جیکٹ پھاڑ کر فدائی حملہ کیا۔ اور دوسرے نے میس کے باہر جمع فوجیوں اور افسران پر دھاکہ کر دیا۔ بقیہ آٹھ افراد نے بقیہ افسران اور فوجیوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ یہ جنگ سہ پہر ڈیڑھ بجے شروع ہوئی اور شام چھ بجے تک جاری رہی۔

سوال: حملے کے نقصانات کے حوالے سے مختلف اعداد و شمار ذکر کیے گئے ہیں۔ دشمن نے پہلے 8 افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی اور بعد ازاں ڈیڑھ سو تک ہلاکتوں اور زخمیوں کا اعتراف کیا گیا۔ مگر آزاد میڈیا نے 250 تک ہلاکتوں کا اعلان کیا تھا، آپ کی معلومات اس حوالے سے کیا ہیں کہ اس حملے میں دشمن کو کتنا جانی ومالی نقصان ہوا ہو گا۔

جواب: ہماری معلومات کے مطابق جو ہم نے قابل اعتماد ذرائع سے حاصل کی ہیں اس حملے میں 500 تک فوجی ہلاک ہوئے ہیں اور سینکڑوں زخمی ہو گئے ہیں اور دشمن کو بھاری مالی نقصان پہنچا ہے۔

سوال: دشمن دعوی کرتا رہا کہ مجاہد نے مسجد پر حملہ کیا اور نمازیوں پر حملہ کیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس حوالے سے معلومات دیں؟

جواب: مساجد پر حملہ امارت اسلامیہ کی جنگی سٹریٹیجی میں نہیں ہے۔ مرحوم امیر المومنین رحمہ اللہ، شہید امیر المومنین اور شیخ ہبۃ اللہ صاحب مدظلہ اس حوالے سے شریعت کے اصولوں کی روشنی میں ہمیشہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو خاص نصیحتیں اور سرکاری احکامات دیتے تھے کہ مساجد کے حملوں سے مجاہدین احتراز کریں اگرچہ دشمن کا بڑا ہدف وہیں پر ہو، اگر ہم واقعتاً مساجد پر حملے کرنے ہوتے تو دشمن کے وہ رہنما کو جو عوامی مقبولیت حاصل کرنے کے لیے مساجد میں آجاتے ہیں اور لوگوں سے ملتے ہیں ان پر بھی حملے کرتے، بہت سے فوجی طعام گاہ اور مسجد سے باہر نشانہ بنے چھاونی کی مسجد کے اندر اور باہر جو گولیاں لگنے کے نشانات نظر آتے ہیں وہ دشمن کے گھبرائے ہوئے فوجیوں کی اندھا دھند فائرنگ کے ہیں۔ اور یا ہو سکتا ہے کی فدائی حملہ مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے میڈیا کو دکھانے کے لیے دشمن کا بنایا ہوا پلان ہوا۔

ہم نے نہ مسجد پر حملہ کیا ہے اور نہ ہی مسجد ہمارا ہدف تھا۔ یہ ہمارے دشمن ہیں جنہوں نے 15 سالوں میں مساجد، مدارس اور دیگر عوامی مقامات کو بمباری کا نشانہ بنایا، یہ ان کی جنگی سٹریٹیجی کا اہم حصہ رہا اور اب تک سینکڑوں مساجد اور مدارس پر بمباری کی اور تباہی پھیلائی۔

سوال: دشمن نے دعوہ کیا ہے کہ اس طرح کے بڑے حملے امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی عسکری طاقت سے اونچے ہیں اور اس میں بیرونی انٹیلی جنس اداروں کا تعاون بھی انہیں حاصل ہے اس حوالے سے آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی فاتحانہ کارروائیوں کو بیرونی انٹیلی جنس اداروں سے منسوب کرنا دشمن کے نفسیاتی جنگ اور پروپیگنڈے کی مشہور تیکنیک ہے۔

دشمن کے انٹیلی جنس اور سیکیورٹی عملہ کے افسران جب بھی مجاہدین کے حملے کو ناکام بنانے میں کامیاب نہیں ہو پاتے اور مجاہدین کے حملے کی منصوبہ بندی کا ادراک نہیں کر پاتے تو اس طرح کے الزامات لگاتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ ہمارا جہاد ایک برحق دعوت کے لیے ہے، ہماری لڑائی صلیبیوں اور منافقین کے ظلم اور فساد کے خلاف ہے۔ افغانستان کے مومن عوام کے دلوں میں اللہ تعالی نے ہماری بے مثال محبت ڈالی ہے اور عوام ہمارے معاون ہیں۔

اللہ تعالی کی نصرت ہمارے ساتھ ہے، اور ایسی بہادر قوم کے فرزند ہیں جنہوں نے ہمیشہ سپر طاقتوں کا مقابلہ کیا ہے اور انہیں شکست دی ہے۔ ہمیں کسی کے تعاون کی ضرورت ہے نہ کوئی ہم سے تعاون کرتا ہے۔ اللہ تعالی کی نصرت سے ہم نے یہ منصوبہ بھی خود مرتب کیا ہے اور اس پر عمل درآمد بھی خود کیا ہے۔ الحمد للہ اب امارت اسلامیہ کے عام مجاہدین اور گروپ کمانڈر دنیا کے ترقی یافتہ افواج کے جنرلوں سے زیادہ مہارت اور عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ اور اس حقیقت کی واضح دلیل امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ساتھ مقابلے کے میدان میں صلیبی ناٹو فوجیوں کے جنرلوں کی واضح شکست اور ناکامی ہے۔

سوال: بلخ حملے نے جانی نقصانات کے علاوہ دشمن پر مزید کیا اثرات مرتب کیے ہیں اور آپ کے خیال میں یہ حملہ ملک میں رواں جہاد اور خصوصاً شمالی صوبوں میں جنگی حالات پر کس طرح اثر انداز ہوگا؟

جواب الحمدللہ ثم الحمدللہ، حالات کو گہری نظر سے ہم دیکھتے ہیں اور اپنی تحقیقاتی رپورٹیں دیکھتے ہیں تو اس مبارک حملے نے دشمن کو سیاسی اور نفسیاتی طور پر شدید صدمہ پہنچایا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ دشمن کے اعلیٰ عہدوں پر چپکے ہوئے عسکری حکام جن میں وزیر دفاع اور چیف آف آرمی اسٹاف بھی شامل ہیں انہوں نے نہایت شرمندگی سے استعفاء دیا اور کابل انتظامیہ نے قومی سوگ کا اعلان کیا۔ اس حملے نے کٹھ پتلی انتظامیہ میں شدید مایوسی پھیلادی ہے۔ اور دشمن کے فوجیوں کا حوصلہ اور سیکیورٹی حیثیت مزید گرگئی ہے۔ الحمدللہ اس حملے کے ساتھ شمال میں مجاہدین کا مورال بلند ہوگیا، دشمن کے فوجیوں کا مورال گرگیا ہے اور اگر اللہ کی مرضی ہوئی تو یہ سال شمال میں بڑی فتوحات اور نصرتوں کا سال ہوگا۔

سوال: بلخ کا حملہ ان لوگوں کے لیے پیسوں کی لالچ یا غلط فہمی کی بناء پر امریکی فوجیوں سے مل کر لڑرہے ہیں اسی طرح وہ خاندان جن کے نوجوان امریکی سرپرستی میں قائم فوج اور پولیس میں ہیں ان کے لیے کیا پیغام ہے۔

جواب: صلیبی کٹھ پتلیوں اور ان کے خاندانوں کے لیے یہ حملہ واضح پیغام ہے اور وہ ایسے کہ صلیبیوں کے تعاون میں خیر نہیں ہے۔ صلیبیوں کا ساتھ دنیا و آخرت میں ذلت اور بربادی ہے۔ ان کو چاہیے کہ صلیبیوں کا تعاون چھوڑ دیں اور ان کے خاندان کو چاہیے کہ صلیب کی راہ میں قربان ہونے سے بچ جائیں۔ حق آج کل ہر شخص کے لیے واضح ہوچکا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا، اگر کوئی کوشش کرے تو ایک روٹی اور حلال لقمہ ہر جگہ کما سکتا ہے۔ جب یہ صلیبی نہیں تھے تب لوگ کیا کھاتے تھے۔ اور جن ممالک میں صلیبی نہیں ہیں وہاں لوگ کیا کھاتے ہیں۔ کیا وہ خاندان جن کے نوجوان صلیبیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی انتظامیہ کے ساتھ کام نہیں کررہے کس نے سنا ہے کہ وہ بھوک سے مرگئے ہیں۔

اگر وہ صلیبیوں کے تعاون سے دستبردار نہ ہوں گے تو ان کا انجام ایسا ہوگا جیسے شاہین چھاونی کے ظالم افسروں، جرنلوں اور کمانڈوز کا ہوا تھا۔

سوال :کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بلخ حملے میں بیرونی نہیں بلکہ ہلاک ہونے والے فوجی سب افغانی تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ جہاد صرف کفار کو مارنے کا نام ہے اور یہ افغانوں کا قتل ہے، آپ انہیں کیا جواب دینا پسند کریں گے؟

جواب: جو لوگ کفار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں تعاون کرتے ہیں اور کفار کے مفادات کے لیے مسلمانوں کو مارتے ہیں، انہیں گرفتار کرتے اور تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور جو لوگ کفار کا دفاع کرتے ہیں، جن لوگوں کو اس بات کی تربیت دی جاتی ہے کہ کفار کے مظالم کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو کیسے خاموش کیا جائے، جنہیں اسی خدمت کے لیے ڈالروں میں تنخواہ ملتی ہے، جنہیں جنگی وسائل فراہم کیے جاتے ہیں، جو لوگ اس طرح سے کفار کے شانہ بشانہ ہوں وہ بھی جارح کفار کے حکم میں ہیں، ان کے ساتھ لڑنا فرض عین ہے۔ اور ان کا قتل مسلمانوں پر فرض ہے۔ یہ عقیدے کا مسئلہ ہے اور بہت واضح مسئلہ ہے۔ ہم ان منافقین سے کہتے ہیں کہ اگر آپ کے یہ جنگجو کفار کی حمایت اور ان کے شانہ بشانہ لڑنے سے دستبردار ہوکر گھر بیٹھ جائیں، ان کا تحفظ نہ کریں، ان کے لیے جاسوس نہ کریں، ہم اور کفار کو مقابلے کے لیے چھوڑیں اور ہمارے درمیان میں نہ آئیں تو آپ گواہ رہیں صلیبی جارحی قوتیں افغانستان میں چند کی مہمان رہ جائیں گی۔

سوال: آخر میں دشمن کی صفوں میں کھڑے فوجیوں اور جنگجوؤں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: ہم دشمن کی صفوں میں کھڑے فوجیوں اور مسلح رضاکاروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ کفار اور ان کی کٹھ پتلی انتظامیہ کا ساتھ دینا چھوڑ دیں۔ اپنے آپ پر اور اپنے خاندان پر رحم کریں، اپنے مظلوم مسلمان شہریوں اور دنیا بھر کے مسلمانوں پر رحم کریں، یہ بات واضح ہے کہ اگر آپ دشمن کا ساتھ چھوڑدیں تو دشمن کا ظلم چند روزہ ہوگا، دشمن یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوگا، امارت اسلامیہ کا دروازہ ان کے ہر وقت کھلا ہے۔ اگر یہ دشمن کی صف سے الگ ہوکر یہاں آئیں گے تو انہیں جان مال اور خاندان کا تحفظ دیا جائے گا۔ اپنے اسلحہ کا رخ اللہ کی رضا، اپنے گناہوں کے کفارے اور اپنی قوم کے تحفظ کی خاطر اپنے حقیقی دشمن یعنی صلیبی قوتوں کے افسروں اور جرنلوں کی طرف پھیر دو اور ہمیشہ کے لیے اپنا نام اسلام کی زریں تاریخ کے صفحات پر سنہرے حروف میں نقش کروادو۔

(اقولُ قولی هذا استغفر الله لی ولکم ولسائر المؤمنین) آمین

مغربی میڈیا امریکی شکست کا چرچا کر رہا ہے

حبیب مجاہد

امارت اسلامیہ کے زیر انتظام عمری آپریشن اختتام پذیر ہوا اور موسم بہار کی آمد پر "منصوری" آپریشن کا اعلان کیا گیا، گزشتہ سال عمری آپریشن نے افغانستان میں جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کو ہلا کر رکھ دیا. امریکی اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال طالبان کے حملوں میں تقریباً سات ہزار کٹھ پتلی فوجی اہلکار ہلاک اور 12 ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں. اسی طرح گزشتہ سال غیر ملکی قابضین کی ہلاکتوں میں بھی نمایاں اضافہ ہوا تھا تاہم صحیح اعداد و شمار ابھی تک جاری نہیں کئے ہیں۔

ایک ایسے وقت جب نئی امریکی انتظامیہ افغان مسئلے کے بارے میں تردد کا شکار ہے، مغربی میڈیا برملا یہ اعتراف کر رہا ہے کہ امریکی فوج افغانستان میں ناکام رہی ہے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی شکست اور کمزوریوں کے دلائل دنیا پر واضح ہوتے ہیں، مغربی میڈیا کے دلائل اور اعتراف کی کچھ مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش جاتی ہیں۔

فوجی امور کے تجزیہ نگار "ڈینیل پیٹر" نے "نیشنل انٹرسٹ" اخبار میں ایک کالم شائع کیا ہے جس میں انہوں نے واضح طور پر اعتراف کیا ہے کہ افغانستان کو عوامی سطح پر بسانے کا امریکی پروگرام شکست سے دوچار ہوا ہے. وہ لکھتے ہیں: افغانستان میں گزشتہ سولہ سال کا تجربہ سکھاتا ہے کہ امریکہ سمیت دنیا کی کوئی قوت افغان قوم کو اس سانچے میں نہیں ڈال سکتی جس طرح امریکہ چاہتا ہے اور نہ ہی افغان عوام پر جمہوریت کے تصورات مسلط کئے جاسکتے ہیں۔

کالم نگار نے افغانستان میں امریکی کمزوری اور ہچکچاہٹ کے بارے میں لکھتے ہیں: ٹرمپ انتظامیہ کے پاس افغانستان کے بارے میں بات کرنے کا کوئی آپشن نہیں ہے اور شاذ و نادر ہی امریکی تاریخ کی سب سے طویل جنگ کے بارے میں شاید اظہار خیال کرے، امریکی میڈیا بھی بہت کم افغانستان کے معاملے پر بحث کرتا ہے یہاں تک کہ اس جنگ کے بارے میں عام امریکیوں کی دلچسپی ختم ہوگئی ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ افغان مسئلہ سمجھنا اتنا مشکل کام ہے کہ اس کے لئے پی ایچ ڈی کرنے کی ضرورت ہے، امریکی عوام کی عدم دلچسپی اور مایوسی بھی امریکی شکست کی ایک دلیل ہے۔

"واشنگٹن ٹائمز" ایک اور امریکی اخبار ہے جس نے حال ہی میں افغانستان میں امریکی فوجی مشن کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے. لکھتے ہیں: افغانستان میں امریکی جنگ کے نہ صرف 15 سال مکمل ہو چکے ہیں بلکہ اس جنگ کا مستقبل بھی واضح نہیں ہے. 2001 میں طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادی کوشش کر رہے ہیں کہ امریکی حمایت یافتہ افغان حکومت کو مستحکم کر کے ملک میں پائیدار امن قائم کریں لیکن 2017 میں صورت حال یہ ہے کہ مرکزی حکومت صرف ملک کے 52 فیصد رقبے پر کنٹرول رکھتی ہے. واشنگٹن ٹائمز اخبار نے مزید لکھا ہے کہ افغانستان میں عدم استحکام اور غیر یقینی صورت حال پچھلے ہفتے اس وقت مزید واضح ہوئی جب بلخ میں طالبان نے فوجی ہیڈ کوارٹر 209 کور بیس پر خوفناک حملہ کیا اور امریکی فوج کے تربیت یافتہ سیکورٹی فورسز کو بھاری جانی نقصان سے دوچار کر دیا، واشنگٹن ٹائمز کے مطابق 2016 میں سیکورٹی فورسز کے 6700 اہلکار ہلاک ہوئے جو گزشتہ 16 سال کے دوران افغان فوج کو اتنا بڑا نقصان نہیں ہوا تھا۔

"پٹیشن" اخبار نے ٹرمپ انتظامیہ کو مشورہ دیا ہے کہ افغانستان سے امریکی فوج نکال دے، اخبار کے مطابق: امریکی فوجی سولہ سال سے افغانستان میں برسرپیکار ہیں اور ایک ایسی کمزور اور بدعنوان حکومت کی مضبوطی اور استحکام کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں جو عوامی مقبولیت بھی کھو چکی ہے، اخبار نے

افغانستان میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں اور اربوں ڈالر کا ضیاع کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ان ناکامیوں اور بھاری جانی ومالی نقصان کے بعد بھی امریکی سیاستدان اس ناکام جنگ کو برقرار رکھنے کے لئے پرعزم ہیں اور اپنے فوجیوں کو ایک ایسے ملک بھیجنے کے لئے پر تول رہے ہیں جس کے بارے میں انہیں صحیح معلومات حاصل نہیں ہیں۔

"نیویارک ٹائمز" نے اپنے اداریے میں لکھا ہے کہ امریکہ کی طرف سے قائم کردہ افغان حکومت اپنی نااہلی اور کرپشن کے باعث ہر سال امریکی ٹیکس دہندگان کے اربوں ڈالر ضائع ہو رہے ہیں اور امریکہ کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اخبار نے ہلمند کی مثال پیش کی ہے کہ امریکہ نے گزشتہ سال ہلمند میں میوند فوجی ہیڈ کوارٹر کی مضبوطی اور اس کے وسائل پر سو ملین ڈالر خرچ کئے تاکہ امریکی افواج کے انخلاء کے بعد افغان فورسز صوبہ ہلمند میں طالبان کے خلاف جنگ میں حصہ لیکر حکومتی رٹ قائم کر سکیں، امریکہ نے ایک فوجی کمانڈر جس کا دامن کرپشن سے پاک تھا، ہلمند میں تعینات کیا تاکہ وہ امریکی مفادات کی حفاظت کریں اور امریکی فوج کی کامیابیوں کو برقرار رکھیں لیکن موسم سرما آتے ہی امریکہ کا یہ پروگرام ناکام ہوا، طالبان نے اپنی بھرپور کارروائیوں کے تحت ہلمند کے تمام شمالی اور مرکزی اضلاع اور علاقوں پر قبضہ کیا اور سرکاری فورسز کو پسپا کر دیا، ابھی ہلمند کے چودہ اضلاع میں سے سات پر طالبان کا مکمل قبضہ ہے اور پانچ اضلاع کو محاصرہ کرر کھا ہے، اس جنگ میں امریکی تربیت یافتہ سرکاری فورسز کی اتنی ہلاکتیں ہوئیں کہ جس نے گزشتہ پندرہ سال کا ریکارڈ توڑ دیا ہے جبکہ ہلمند کے وہ کمانڈر جس کے دامن پر کرپشن کا داغ نہیں تھا، وہ اپنے محصور فوجیوں اور انتظامیہ کو فراہم کئے جانے والے ہتھیاروں اور دیگر فوجی ساز وسامان کو چوری اور کرپشن کرنے میں مصروف تھا۔

اسی طرح دوسرے مغربی میڈیا نے بھی افغانستان میں امریکی فوج کی ناکامی اور شکست کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "فارین افیرز" اخبار نے طالبان کے اثرورسوخ کا حوالہ دیتے ہوئے فوج، پولیس اور دیگر سیکیورٹی اہلکاروں میں طالبان جنگجو سرایت کر چکے ہیں اور اس کو امریکی فوج اور اس کے حامیوں کے لئے ایک سنگین مسئلہ قرار دیا ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ طالبان اس کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ وہ غیر ملکی اور افغان حکام اور فورسز کے درمیان بد اعتمادی پیدا کریں جس سے امریکی فوجی مشن کو شدید دھچکہ پہنچا ہے۔

نیویارک ٹائمز نے حال ہی میں اپنے اداریے میں بلخ شاہین کور بیس پر طالبان کے حملے کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ بڑے پیمانے پر افغان فوج کے اہلکاروں کی ہلاکتوں نے سرکاری فوج اور فورسز کے اہلکاروں کے حوصلے پست کر دیئے۔ ان حملوں نے فوجی جوانوں کے اہل خانہ کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو فوج اور پولیس کی صفوں سے نکال دیں جبکہ اشرف غنی کی حکومت سیکورٹی فورسز میں نوجوانوں کی بھرتی کا عمل نہ ہونے کے برابر ہے جس نے سنگین مسائل پیدا کئے ہیں۔

مغربی میڈیا کی طرف سے ہائی ریمارکس دشمن کی ناکامی کا واضح اعتراف ہے. یہ وہ حقائق ہیں کہ مغربی میڈیا اس کو مزید نہیں چھپا سکتا کیونکہ اب آہستہ آہستہ حقائق دنیا پر ظاہر ہو رہے ہیں اور یہاں تک کہ دشمن خود اعتراف کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ دشمن کے میڈیا کی طرف سے شکست کا اعتراف اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اب غیر ملکی قابض افواج کے دن گنے جا چکے ہیں اور وہ مزید اپنی شکست خوردہ جنگ کو طول نہیں دے سکتے ہیں لہذا بہتر یہ ہے کہ غیر ملکی قابض قوتیں افغانستان سے اپنی فوجیں نکال کر پرامن افغانستان کے لئے راہ ہموار کریں اور اس جنگ زدہ ملک کے عوام کو پرسکون زندگی گزارنے کا موقع فراہم کریں بصورت دیگر استعماری قوتیں جتنا بھی زور لگائیں شکست ان کا مقدر ہے اور وہ کبھی بھی طاقت کے استعمال سے کامیابی حاصل نہیں کر سکتیں اور نہ ہی کبھی جنگ سے مسائل حل ہوئے ہیں، مغربی میڈیا نے قابض افواج کی شکست طشت ازبام کر دیا اور اب پوری دنیا پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ امریکہ افغانستان میں یہ جنگ کبھی بھی جیت نہیں سکتا۔

حکمت یار کے گرم لفظی حملے اور طالبان کا خاموش ردعمل

بشیر ارمان

رواں سال کے رواں مہینے ہی میں جناب گلبدین حکمت یار نے مشرقی صوبے لغمان میں اپنی روپوشی ختم کی اور سامنے آگئے، اور اس طرح امریکا کے عسکری وجود اور کٹھ پتلی انتظامیہ سے اپنی مخالفت سے دستبردار ہوگئے اور ساتھ ہی B52 طیاروں کے سائے میں بنے ہوئے آئین کو تسلیم کرنے کے لیے بھی راضی ہوگئے ہیں جسے وہ خود کبھی امریکی آئین کہا کرتے تھے۔

لغمان میں باہر آتے ہی انہوں نے اپنے حامیوں کے درمیان طالبان پر شدید لفظی حملے اور تنقید کا آغاز کیا ہے۔ اور طالبان کو دعوت دی ہے کہ وہ بھی ان کی طرح ہتھیار ڈال دیں اور مسلح جنگ ختم کردیں۔

لغمان کے بعد حکمت یار کا دوسرا ٹھکانہ جلال آباد شہر تھا، جہاں وہ لغمان میں دیے گئے بیانات سے بھی دو قدم آگے چلے گئے اور یہاں تک کہ ملک میں جاری جہاد کو نامقدس جنگ کہہ گئے، جس کے جاری رکھنے پر طالبان کو قصوروار اور ذمہ دار ٹھہرایا۔

ایسے بے ماخذ الفاظ اور اظہارات کو دیکھتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا کہ جناب حکمت یار کسی مثبت پیغام کے افلاس کے شکار تھے۔ لوگوں کی خوشحالی اور آبادی کے لیے ان کے پاس کوئی ایجنڈا یا پلان نہیں تھا اور ایسا محسوس ہوا کہ امریکا اور کٹھ پتلی اداروں نے ان سے بہت سی باتوں کی ضمانتیں لی ہیں کہ اپنے ظہور کے ابتدائی دنوں میں طالبان پر شدید تنقید کریں اور رواں مقدس جہاد کی مذمت کریں۔ شاید اسی کو دیکھتے ہوئے وہ مجبور بھی تھے کہ من وعن وہی کچھ کہیں جس کی ان سے فرمائش اور انہیں فہمائش کی گئی تھی۔ وہ مجبور تھے کہ ضرور بہ ضرور امریکی جارحیت اور موجودہ مغربی نظام کی حمایت میں کچھ کہیں۔ ورنہ انکار کی صورت میں دستخط شدہ معاہدہ ختم ہونے کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ اس لیے امریکا اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے حکام کو خوش کرنے کے لیے انتہائی جفاکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے طالبان کے خلاف کچھ غیر حقیقی اور غیر واقعی الزامات بھی لگائے۔

مبصرین کے مطابق حکمت یار نے امریکا کو پورا اطمینان دلایا ہے کہ وہ مستقبل میں ان کے مفادات اور عسکری وجود کے لیے خطرہ نہیں ہوں گے۔ اسی اطمینان کے بدلے امریکا نے انہیں زندگی گذارنے کے لیے سہولیات دی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مشروط سیاسی سرگرمیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حکمت یار نے اپنے ظہور کے دوسرے روز طالبان کی جانب سے جاری غیر مقدس جنگ قرار دینے کا اعلان کیا۔

حکمت یار کے تند و تیز بیانات اور تنقیدوں نے سوشل میڈیا پر وسیع پیمانے پر نئی بحثیں اٹھادی ہیں اور بڑے پیمانے پر سوشل میڈیا کے صارفین نے ان پر تنقیدیں کیں، کچھ لکھاریوں نے حکمت یار کے بیانات کے جواب میں مضامین لکھے۔ کچھ لوگوں نے حکمت یار کو کھلے خط لکھے اور شدید الفاظ میں ان کے بیانات کی مذمت کی، اور ساتھ ہی انہیں ایسا شخص قرار دیا کہ جس کی زندگی تضادات سے بھرپور رہی۔ مثلا کل وہ امریکا کے خلاف جنگ کو فرض عین جہاد قرار دیتے تھے اور آج اسے ایک نامقدس جنگ قرار دیتے ہیں۔ کل اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ان کا نام امریکا کی بلیک لسٹ میں شامل ہے مگر آج پھر بلیک لسٹ سے اپنا نام نکلوانے پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں اور امریکا کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔

کچھ لوگوں کے مطابق حکمت یار کمیونسٹ انتظامیہ کے خاتمے کے بعد ملک میں جاری تمام ترہنگاموں، جنگوں اور فسادات کا عامل ہے۔ اسی لیے ان کی موجودہ اقدامات کو بھی وہ کسی مطلب وغرض کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اسی لیے ان کی مذمت کرتے ہیں۔ ان کے بقول حکمت یار کابل کے 60 ہزار سے زائد لوگوں کا قاتل ہے جو حزب، جمعیت اور دوستم کی لڑائیوں میں مارے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ کابل میں مظاہرے ہوئے جن کے شرکاء نے حکمت یار کے خلاف عدالتی کارروائی کا مطالبہ کیا تھا۔

کابل پہنچتے ہی حکمت یار صدارتی محل میں صدر اشرف غنی، عبداللہ عبداللہ، کرزئی، سیاف اور امریکا کے دیگر حامیوں کے اجلاس میں سامنے آئے۔ یہاں خلاف

توقع طالبان کے خلاف ان کا لہجہ کچھ نرم رہا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ سوشل میڈیا پر حکمت یار کے بیانات نے لوگوں کے جذبات مشتعل کر دیے تھے۔ جہاد کو ایک نامقدس جنگ کہنے پر سوشل میڈیا ایکٹوسٹ کو غصہ دلایا تھا اور انہوں نے حکمت یار اور اس کے کردار پر تنقید کی تھی۔ اسی کو دیکھتے ہوئے شاید حکمت یار صدارتی محل میں اپنے کیے ہوئے خطاب میں اپنا موقف کچھ نرم دکھادیا اور یا ہو سکتا ہے حکمت یار نے اپنے تمام اقدامات کے مقابلے میں طالبان کی مسلسل خاموشی سے اپنی غلطی کا ادراک کر لیا ہو۔ اسی لیے انہوں نے طالبان کو اپنا بھائی کہا۔

اب اس بات کی طرف آتے ہیں کہ اس پورے عرصے میں طالبان نے حکمت یار اور اس کی جماعت کے اقدامات کے حوالے سے چپ کا روزہ کیوں رکھا تھا؟ کچھ لوگوں کا یہ بھی سوال ہے کہ طالبان نے حکمت یار کے بیانات کا جواب ترکی بہ ترکی کیوں نہیں دیا اور ان کے مقابلے میں اپنا موقف واضح نہیں کیا؟ کچھ لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ طالبان نے حکمت یار کے ہتھیار ڈالنے اور کٹھ پتلی انتظامیہ سے مل جانے کی مذمت کیوں نہیں کی؟

طالبان نے اپنا ردعمل کیوں ظاہر نہیں کیا اس کا جواب تو ظاہر ہے طالبان کے ترجمان ہی دے سکتے ہیں اور وہ بتا سکتے ہیں کہ کن اسباب کی بناء پر انہوں نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

ایک لکھاری کی حیثیت سے جب میں طالبان کی میڈیائی پالیسی کو دیکھتا ہوں اور اسے ہمیشہ سے دیکھتا رہا ہوں یا طالبان کی پالیسیوں کی کچھ خصوصیات جانتا ہوں، وہ یہ ہے کہ وہ خود بھی اور لوگوں کو بھی ملک کے اصلی مسائل کی بجائے فروعی مسائل میں نہیں الجھانا چاہتے، طالبان ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی پوری توجہ امریکی جارحیت کے خلاف جہاد کی جانب مرکوز رکھیں اور اسی کو لے کر آگے بڑھیں۔ بہت حد تک کوشش کرتے ہیں کہ خود کو افغان عوام کے آپس کے مسائل میں مصروف نہ کریں۔ یعنی طالبان اس حوالے سے زیادہ حساس ہیں کہ انہیں افغان عوام کے درمیان جاری لفظی جنگوں اور تند و تیز تنقیدوں سے کوئی دلچسپی اور تعلق نہیں ہے۔

حکمت یار کی تنقید اور لفظی حملوں کے مقابلے میں طالبان کے برداشت، صبر اور خاموشی کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ امریکی جارحیت کے مقابلے میں جہاد اور مزاحمت کے علاوہ ثانوی بحثوں میں خود کو مصروف رکھنا اپنے مفاد میں نہیں سمجھتے۔ سیاسی امور کے مبصرین کے مطابق طالبان کی سیاسی عقلمندی اور ہوشیاری کی علامت ہے کہ افغانستان کے ان حساس اور نازک حالات میں ان کی کوشش ہے کہ خود کو سطحی تجزیوں اور ثانوی بحثوں سے محفوظ رکھیں اور صرف افغان سرزمین کی قابض قوت کے خلاف عملی جہاد اور مقابلے کو ترجیح دیں۔

ورنہ بلاشک و شبہہ حکمت یار کے مہترلام اور جلال آباد میں کیے گئے بیانات اشتعال انگیز، جارحانہ اور جذباتی تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہ قصداً چاہتے تھے کہ طالبان کو لفظی جنگ میں مصروف کر دیں تاکہ تاریخ کے اس دردناک مرحلے پر افغان عوام کے ذہنوں کو دشمن سے لڑنے کی بجائے آپس کی رقابتوں اور حریفانہ سرگرمیوں میں مصروف کر دیں۔ اور یہ دشمن کا بہت پرانا فلسفہ بھی ہے کہ وہ تفرقہ اور نفرت ڈال کر اپنی حکومت کو دوام بخشنا چاہتا ہے اور ویسے بھی افغان عوام اپنی تاریخ میں آپس کے اختلافات کی ایک نہایت بھیانک تاریخ رکھتے ہیں۔ طالبان اسی جانب متوجہ ہیں کہ آپس کے اختلافات سے دشمن بڑا فائدہ نہ اٹھالے۔

جہاں تک حکمت یار کی جانب سے جہاد کو نامقدس کہنے کا موقف اور نعرہ ہے یہ ایک نفرت انگیز نعرہ ہے، افغان عوام اسے کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے اور تجزیہ کاروں کے مطابق ایسا لگتا ہے کہ حکمت یار اور ان کے ساتھی بڑی مایوسیوں سے نکلنے کے لیے اس طرح کے اقدامات کرتے ہیں۔ کیوں کہ جہاد اور مزاحمت کے میدان میں بھی حکمت یار اور ان کے ساتھیوں کا حصہ اتنا نہیں تھا جو کل کسی شمار میں آجاتے، اور نہ امریکی حمایت میں کابل میں موجود حزبیوں کے پاس شمالی اتحاد کے مقابلے میں کوئی قابل توجہ موقف بھی نہیں ہے۔ جس کی بنیاد پر وہ امریکا سے شمالی اتحاد کے برابر وسائل اور سہولیات طلب کر سکیں۔ اسی عدم اعتماد کی وجہ سے امریکا نے پورے ملک میں حزبیوں کو وسیع پیمانے پر کام کی اجازت بھی نہیں دی ہے۔ بالآخر حکمت یار اس بات پر مجبور ہو گئے کہ حزب کو مضبوط کرنے لیے امریکا سے جاری اپنی دشمنی ختم کر دیں اور ہر طرح کے مسلح جہاد سے دستبردار ہو جائیں۔

وگرنہ حکمت یار کی وہ کتابیں اور تحریریں جو انہوں نے گذشتہ 14 سالوں میں انہوں نے امریکا اور اس کے معاہد غلاموں کے خلاف لکھی ہیں ان سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ کبھی امریکا کا اتنا بڑا مخالف رہنے والا شخص امریکا سے مل بھی سکتا ہے؟ اس کے باوجود ہم نے دیکھا کہ حکمت یار کابل میں امریکی ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کے جلو میں آگئے اور امریکا کے مقابلے میں کی ہوئی اپنی تمام تر کوششوں پر پانی پھیر دیا اور مستقبل میں وہ امریکا کے ساتھ ایک ساتھ کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

منصوری عملیات کی کامیابی کا راز کیا ہے؟

ہمارا دعوی ہے کہ غاصب افواج افغانستان میں شکست سے دوچار ہیں۔ یہ محض ایک جذباتی اور وقتی دعوی نہیں ہے، بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کی گذشتہ ماہ کئی امریکی نشریاتی اداروں نے اعتراف کیا تھا اور سختی کے ساتھ ٹرمپ انتظامیہ کو سفارش کی تھی کہ مزید افغانستان میں جنگی پالیسی ترک کیا جائے۔ واقعات اور حقائق کا لحاظ کرتے ہوئے افغانستان میں ایک ایسا ادارہ تشکیل دینا چاہیے، جس کی باگ ڈور ہمارے حوالے کیا جائیں جس کی وجہ سے ہماری اپنی افواج کی جانیں محفوظ ہو جائیں گی۔ لیکن امریکہ بجائے اس کے کہ عقل وخورد سے بھی کچھ کام لے کر یہ حقیقت مان لیں ایک بار پھر ایسا اقدام کرنے جارہی ہے کہ ایک طرف جنگ پر اصرار کررہی ہے تو دوسری طرف اس پالیسی کی وجہ سے خود کو اور افغانستان کی کٹھ پتلی گورنمنٹ کو ورغلارہی ہے۔ افغانستان کے لیے مزید افواج بھیجنا ان کی اسی پالیسی کی بنیاد ہے، جس کی دو توجیہ کی جاسکتی ہیں، ایک یہ کہ ان کو اچھی طرح علم ہے کہ افواج کی کم تعداد کبھی بھی افغانستان میں ہمارے مقاصد کی تکمیل نہیں کرسکتی۔ لیکن وہ چاہتے ہیں کہ ان عوامل کی روک تھام کرے جنہوں نے پورے مغرب میں میڈیا کے ذریعے افغانستان میں امریکی افواج کی شکست کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

دوسری یہ کہ امریکہ کی خواہش ہے کہ افغان حکومت کی ان مطالبوں سے انکار کرے جنہوں نے مزید افواج بھیجنے کا مطالبہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ یہ حقیقت تسلیم کیا جائے اگر افغانستان میں مزید فوجی نہ بھیجے گیے تو ہم میں مقابلے کی سکت نہیں ہے۔

اسلامی امارت نے روز اول سے ہی امریکہ کے اس غاصبانہ وار کے خلاف جو پالیسی تشکیل دی تھی اسے انجام تک پہنچانے تک یہی پالیسی جاری رکھی، مشکل سے مشکل حالات میں بھی ان کے عزائم، استقلال اور پالیسیوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ ہی مزید افواج بھیجنے سے آئے گی ان شاء اللہ العزیز۔

حالیہ کامیاب اقدامات اس امید کو مزید تقویت بخشتی ہے اور اس ہدف کے حصول کے لیے امید افزاء عملیات ہیں جو نوعیت کے لحاظ سے مؤثر بھی ہیں۔

منصوری عملیات کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس کے لیے نہایت ہی زبردست تیاری کی گئی ہے جس طرح اسلامی امارت کے اعلامیے میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔

"منصوری عملیات کی بنیادی پالیسی بیرونی غاصبین، ان کی ایجنسیوں، خفیہ مراکز اور ان کے داخلی سہولت کاروں کے خلاف ایک مؤثر آپرشن ہوگا" کہا جاتا ہے کہ ان عملیات کا براہ راست اثر بیرونی افواج پر پڑے گا، ان عملیات کو بامقصد بنانے کے لیے اسلامی امارت کے عسکری کمیشن کے سربراہ نے اپنے تمام ماتحت اداروں کو ہدایت کی ہے کہ بیرونی افواج کے خلاف اپنی کارروائیاں تیز تر کردیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ہدایت کی ہے کہ دوران جنگ ملکی و قومی املاک اور پبلک مفادات کی تحفظ یقینی بنائے، دشمن کی قیدیوں کے ساتھ انسانی اور اخلاقی حدود کی رعایت کی جائیں۔

اس وقت جنگ کے علاوہ دعوت وارشاد کے ذریعے دشمنوں کو مرعوب کرنا وہ نکات ہیں جس پر جنگ کی کامیابی منتج ہوسکتی ہے۔ عملیات کا دوسرا حصہ جسے ملکی حصہ سمجھا جاتا ہے یہ ہے کہ ملک کے مفتوحہ علاقوں میں آبادکاری اور تعمیری پالیسی پر توجہ دینا ان عملیات کی کامیابی کا دوسرا راز ہے۔ یہ اقدام مفتوحہ علاقہ جات میں برمحل اقدام سمجھا جاتا ہے، ادارے بھی فعال کردار ادا کرتے ہوئے لوگوں کے حقوق ان کی دہلیز تک پہنچانے اور عوامی تنازعات کے حل کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔

درج بالا خصوصیات منصوری عملیات کے مؤثر ہونے کی دلیل ہے، جس طرح آغاز سے آج تک کئی کامیابیاں حاصل کی ہیں سال کے آخر تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ، وماذالک علی اللہ بعزیز

ہمارے تجزیہ کار طالبان کی کامیابی کیوں تسلیم نہیں کرتے

موسیٰ فرہاد

میڈیا کے اس گرم اور پر ہجوم بازار میں آپ تجزیہ کار، مبصرین، ماہرین، ماہرین امور اور اس طرح کے دیگر ناموں سے ضرور واقف ہو چکے ہوں گے۔

ان لوگوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ غیر واضح اور مغلق مسائل عام لوگوں کو سمجھانا، پھر کچھ اپنی پیشہ ورانہ اور علمی مہارت مگر اکثر تجربہ کی بنیاد پر حالات کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر اسی تجزیہ کے ذریعے میرے جیسے کند ذہن لوگوں کو حالات سے باخبر کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ ہر معاشرے میں بہت کم ہوتے ہیں۔ اس خداد صلاحیت کے حامل لوگ ہمارے معاشرے میں بھی گنتی کے چند لوگ ہیں۔ جو پیشہ ورانہ اور علمی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور تاریخ کے مطالعے کی برکت سے تجربہ بھی رکھتے ہوں۔ اور پھر حالات کا جائزہ بلا کسی غیر کی تقلید کے واقعات اور زمینی حقائق کی روشنی میں کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے تجزیاتی مشوروں کی بناء پر حالات سے باخبر کرتے ہیں۔

مگر افسوس کہ آج ہمارے ملک میں نووارد جعلی جمہوریت کی برکت سے نادیدہ میڈیا اس بے مہار جمہوریت کے بازار میں بے صلاحیت تجزیہ کاروں اور ان پڑھ ماہرین کی کوئی کمی نہیں ہے۔

جس ریڈیو چینل کو بھی سننے لگو، جو بھی ویب سائٹ کھولو، جو بھی اخبار اٹھاو یا کسی بھی سٹوڈیو کی طرف متوجہ ہو جاو، مختصر یہ کہ جس مجلس میں بھی شریک ہو جاو، اس کے آدھے ہمارے آج کے دور کے ان پڑھ تجزیہ کار بیٹھے ہوں گے، اور ایسے شد و مد سے بولیں جیسے نازی ہٹلر کے دور سے اب تک یہی ایک جوان تھا جو چاند پر ڈیرہ ڈال کر زمین کی نگرانی کر رہا تھا، اور دنیا کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

کیوں حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان کی ہر بات واقعات سے 180 درجے متضاد ہوتی ہے۔ ان کا ہر تجزیہ بے دین مغربی میڈیا کے روزانہ کی خبروں اور پروپیگنڈوں سے ماخوذ ہوتا ہے۔ کسی قسم کی حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ محض ایک پروپیگنڈا ہوتا ہے۔

اس کی مثال ہم اور آپ افغانستان کے اس سولہ سالہ جہاد اور جارحیت میں ہر روز دیکھتے ہیں۔ 2001 میں امریکی جارح کے آنے سے قبل اتنا پروپیگنڈا کیا گیا کہ گویا امریکا کے خلاف جنگ پہاڑ سے سر ٹکرانے جیسا ناممکن کام ہے۔ اور یہ کہ امریکا زمین کے اندر ایک انچ تک چیزوں کو دیکھ سکتا ہے یہ اور اس طرح کا دیگر جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا۔

ہمارے تجزیہ کار بھی اسی پروپیگنڈے کی روشنی میں اسی طرح کے تبصرے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مجاہدین کی کامیابی اب تک انہیں قابل قبول نہیں ہے۔ حالانکہ اصل جارح بھی جانتے ہیں کہ مجاہدین کی جنگی تیکنیک نے انہیں پوری طرح شکست سے دوچار کر دیا ہے۔

گذشتہ اور اس سے پیوستہ سال جب مجاہدین نے قندوز فتح کیا، ہمارے ملک کے کچھ تجزیہ کار جو خود کو غیر جانبدار قرار دیتے ہیں انہوں نے اس فتح کو مجاہدین کی کامیابی نہیں قرار دیا بلکہ اسے امریکا کی مداخلت قرار دیا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امریکا چاہتا ہے مجاہدین وہاں پیش رفت کریں اور پھر روس کے لیے خطرہ بن جائیں۔

چند دن قبل جب مجاہدین نے بلخ میں انتہائی حیرت انگیز کارروائی کی تو انہیں تجزیہ کاروں نے کہا تھا کہ یہ کارروائی روس کے تعاون سے ہوئی ہے۔ یعنی ان کا مطلب یہ تھا کہ روس چاہتا ہے کہ وہاں طالبان مضبوط ہو جائیں اور امریکا کے لیے خطرہ بن جائیں۔

اسی طرح جب مجاہدین نے ہلمند اور ارزگان کا محاصرہ کیا، سنگین سمیت ملک کے 48 اضلاع پر قبضہ کیا، دو سال کے مختصر عرصے میں 25 پیچیدہ کاری حملے کیے اور بالآخر پورے ملک میں کابل کی کمزور افواج اور انتظامیہ اور ان کے غیر ملکی

محافظوں کو گھبراہٹ کا شکار کر دیا ہے۔ یہ تمام تر فتوحات ہمارے چند تجزیہ کاروں کے مطابق غیروں کی کارروائی ہے

ان کی نظر میں ان فتوحات میں نہ اللہ کی نصرت کا کوئی دخل ہے اور نہ مجاہدین کی جنگی مہارت کا۔

اگرچہ یہ تجزیہ کار یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایک طالب اور مجاہد دشمن کے ان کاری جگہوں کو نشانہ بنا سکتا ہے جس سے دشمن کو شدید تکلیف ہوتی ہے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے پیلے ڈبے کا بم بنا بھی سکتا ہے اور اسے دشمن کے راستے میں فٹ بھی کر سکتا ہے، یا پھر اپنا فدائی واسکٹ تیار کر سکتا ہے،

یہ لوگ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ طالب ایک ایسے افغان شہری جو دشمن کی صف میں رہتا ہے اور انہیں کے لیے کام کرتا ہے طالبان ان کا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے تجزیہ کار یہ تسلیم کرتے ہیں کہ طالب دشمن کے سب سے سخت محصور بیرکوں اور محفوظ ٹھکانوں میں داخل ہو سکتا ہے، اور وہاں گھنٹوں گھنٹوں لڑ سکتا ہے، دشمن کو تباہ و برباد کر کے خود کو شہید کروا سکتا ہے۔

یہ لوگ یہ بھی تسلیم کرسکتے ہیں کہ حتی الوسع جنگ کے درمیان سے زندگی کی آخر سانسوں تک اپنے امیر کے اتباع اور رابطے میں رہیں گے۔

کله چې دا هرڅه حقایق د اصلي دښمن په شمول ټول خلک مني ؛ نو بیا یوازې زموږ د وطن ړندو او کڼو شنونکو ته څه ورپېښه ده چې د مجاهدینو بریا کله روس ته منسوبوي ، کله امریکا ته ، کله پاکستان ، کله عرب ، کله ایران ، کله القاعده ، کله چین او کله بل ته . د دوی عقل هیڅ دا نه مني چې ووایي، طالب د خپلې رښتینې داعیې له امله له الهي نصرت او ملي معاونت څخه برخمن دی .

ہمارے تجزیہ کار اس میں بھی کوئی شک نہیں کرتے کہ طالب اپنے پیچیدہ ٹیکنیکو اور بے مثال سرفروشی کے ذریعے اصلی دشمن کو یہ باور کرا سکتا ہے کہ وہ اب مزید اپنے دفاع کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

تجزیہ کاروں کو یہ بھی پتہ ہے طالبان مجاہدین کے 8افراد جب چھاپہ مارتے ہیں تو500 کو موت کی نیند سلا دیتے ہیں، حالانکہ دشمن کے جب 500 فوجی جب چھاپہ مارتے ہیں اور صرف 8 افراد کو نشانہ بنالیتے ہیں۔ ان آٹھ میں سے بھی 4 عام شہری ہوتے ہیں۔

یہ لوگ یہ بھی مانتے ہیں کہ طالبان اپنے دشمن کو یہ سمجھا سکتے ہیں کہ ان کے پیچھے انٹیلی جنس قوتیں نہیں بلکہ الہی حکمت اور نصرت کا دخل ہے۔ یہ لوگ دشمن کو یقین دلا سکتے ہیں کہ یہ پاکستان، ایران، عرب، روس یا کسی اور ملک کی ٹیکنیک نہیں بلکہ ایمان اور کفر کی جنگ ہے۔

جب یہ سارے حقائق اصل دشمن سمیت سب لوگ تسلیم کرتے ہیں تو پھر ہمارے ہی وطن کے متعلقہ تجزیہ کار اور ماہرین کو کیا ہو گیا ہے کہ مجاہدین کی کامیابیوں کو کبھی روس کی جانب منسوب کرتے ہیں، کبھی امریکا، کبھی پاکستان، کبھی عرب، کبھی ایران، کبھی القاعدہ اور کبھی چین سے اس کا ربط جوڑتے ہیں۔ ان کی عقل میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ طالب اپنے سچے دعوے کی بنیاد پر الہی نصرت اور قومی معاونت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ طالب جس نے اپنے مبنی موقف کے لیے بہت زیادہ تکلیف اور پریشانیاں اٹھائی ہیں۔ اور ہر طرح کے حالات سے گذرنے کے بعد وہ ایک تربیت یافتہ فوجی قوت بن چکے ہیں۔ انہوں نے خود کو واقعہ قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق بنا دیا ہے: «... كَم مِن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَت فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذنِ اللَّهِ ...» - ﴿۲۴۹﴾

ہمارے ان پڑھ تجزیہ کار تسلیم کریں یا نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کی راہ میں سچا جہاد اسی کو کہتے ہیں کہ عدم وسائل اور عدم توازن کے باوجود طاقت ور دشمن کے خلاف کامیابی حاصل کرنا، کہ صرف دس افراد دن کی روشنی میں دشمن کی صفوں میں گھس کر ہزاروں کی فوج کو زیر وزبر کر دیتے ہیں۔

تجزیہ کاروں سے سوال یہ ہے کہ اس نوجوان کے دنیا میں اور کیا مقاصد ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ شخص روس کے لیے خود کو قربان کر رہا تھا؟ یا امریکا کے لیے؟ کیا یہ شخص صرف پاکستان کی ہدایت پر اتنی بڑی قربانی کے لیے تیار ہو گیا تھا؟ یا ایران اور کسی دوسرے پڑوسی ملک کی دولت کی خاطر؟

تجزیہ کارو! آپ کا تجزیہ کیا کہتا ہے؟ اتنے بڑے مقابلے میں اتنی بڑی اور بے مثال قربانی اللہ کی ذات کے علاوہ کسی اور کے لیے بھی دی جا سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو پھر اس بات کا بھی تجزیہ کیا جائے کہ روس، ایران، پاکستان، چین، عرب، عجم اور کسی دوسرے ملک کے پاس ایسے سرفروش نوجوان کیوں نہیں ہیں جس سے وہ اپنا دفاع کریں؟

أفلا تبصرون....!!

وہ ماہرین جو دشمن کے لیے تجزیہ کرتے ہیں، انہوں نے تو خود کو قصدا ایسا ہی اندھا بہرہ بنا ڈالا ہے، کچھ ایسے لوگ جو خود کو حق بین اور غیر جانبدار سمجھتے ہیں وہ کیوں مغربی میڈیا کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور دن رات حقائق کے برعکس بیانات دیتے ہیں اور ان کا تجزیہ طالبان کی کامیابی تسلیم نہیں کرتا۔

شاہین فوجی چھاؤنی پر فوجی عملیات

معین احمد خروٹی

رواں سال 1 ثور کو اسلامی امارت کے استشہادی کاروان کے 10 فدائین نے جمعہ کے بعد ضلع بلخ کے علاقے دھدادی میں شاہین 209 فوجی چھاؤنی پر حملہ کیا۔ سیاسی نکتہ نظر سے حساس فوجی مرکز پر حملہ کرکے ان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانا ناممکن ہوتا ہے، لیکن رب کریم کی نصرت اور جذبہ جہاد سے لیس عزائم اس مادی دنیا میں ہر قسم کی ناممکن کو ممکن بنادیتی ہے، تاکہ لوگ اللہ کی نصرت ومدد اور جہاد کے لیے اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کی غیر متزلزل عزائم پر اعتماد پیدا ہو۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾

مجاہدین کے ساتھ الہی نصرت ومدد اور ان کی ثابت قدمی کے لیے نہایت ہی زبردست الہی تعبیر ہے۔

209 شاہین فوجی چھاؤنی جیسی اہم مرکز پر مجاہدین کا حملہ وہ ناقابل تردید حقیقت ہے جس کی کامیابی کے دوست ودشمن سب معترف ہیں کہ مجاہدین کے ساتھ خالص اللہ تعالی کی نصرت ومدد ہے جو نہایت محدود وسائل پر اپنے مضبوط مدمقابل پر حاوی ہیں۔

209 شاہین چھاؤنی کی فوجی اہمیت

209 شاہین کی فوجی چھاؤنی ملک کے 9 شمالی صوبہ جات کے لیے نہایت اہم فوجی چھاؤنی ہے، وزارت دفاع کی تشکیل سے قبل تمام شمالی صوبہ جات کی فوجی ساز وسامان یہاں سے ہی ترتیب دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ فوجی چھاؤنی 1383 ہجری شمسی میں بنائی گئی، جو 9 صوبوں کے 114 اضلاع میں فوجی کارروائیاں کرتی ہیں۔ شمالی علاقہ جات میں مجاہدین کے مراکز کو المانی غاصبین کی مدد سے تباہ کرنا اسی فوجی چھاؤنی کا کام تھا۔ مذکورہ چھاؤنی افغان وزارت دفاع کے متعلقہ دیگر چھاؤنیوں کی بہ نسبت جدید جنگی وسائل سے لیس اور ملک کے سب سے زیادہ وسائل رکھنے والی چھاؤنی ہے۔

شاہین فوجی چھاؤنی پر مجاہدین کا کامیاب حملہ:

اسلامی امارت شمال میں غاصب افواج اور ان کے اندرونی وداخلی سہولت کاروں کی حرکات پر گہری نظر رکھتا ہے۔ عمری عملیات کے حسن اختتام کے لیے شاہین فوجی چھاؤنی کو نشانہ بنایا۔ اس ہدف کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ناقابل یقین حد تک تکلیفیں برداشت کیں۔ مقررہ وقت پر دس فدائیوں کو کمال مہارت کے ساتھ فوجی وردی میں ملبوس کرکے اسلحہ سمیت مذکورہ چھاؤنی میں داخل کرواکر چیک پوسٹ 3 تک بغیر کسی مزاحمت کے پہنچ گئے۔ تیسری چیک پوسٹ پر جب مزاحمت کا سامنا ہوا تو جوابی کاروائی کرتے ہوئے جلد ہی چھاؤنی میں موجود افواج کو نشانہ بنایا۔ مجاہدین جب چھاؤنی میں داخل ہورہے تھے اس وقت فوجی مطعم میں کھانا کھارہے تھے اور بعض اپنی قیام گاہوں مین فروکش تھے کہ مجاہدین نے ترتیب شدہ پلان کے مطابق ان پر حملہ کردیا۔ مذکورہ عملیات شمال میں مجاہدین کی جانب سے نہایت کامیاب اور دشمن کو کاری ضرب پہنچانے والے عملیات تھے، جس میں کم از کم 500 کے لگ بھگ افراد مارے گیے۔

کابل انتظامیہ پر مذکورہ فوجی عملیات کا اثر:

مجاہدین کی ان کارروائیوں کے مقابلے میں دشمن کی سیاسی وعسکری قوت نہایت کمزور اور فوجی پلان ناکام تھا۔ شمال میں موجود افواج اور ان کی زیرتربیت امیدواروں کا مورال گر کر دفاعی سرحدات متزلزل ہوگیے۔ شاہین فوجی چھاؤنی پر کیے گیے عملیات کے مقابلے میں کابل انتظامیہ کے دفاعی وانتظامی ناکامی کی وجہ سے وزیر دفاع جنرل عبداللہ حبیبی اور آرمی چیف قدم شاہ شہیم کو مستعفی ہونے پر مجبور کیے گیے۔ اسی طرح تورن جنرل مہند کٹوازی شاہین فوجی چھاؤنی پر کیے گیے عملیات میں مالی طور پر غفلت کرنے پر عدالت مین پیش کیے گیے۔ مجموعی طور پر اس چھاؤنی پر مجاہدین کا کامیاب حملہ اعجاز ہے جس نے ایک طرف دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا دوسری طرف ان میں بداعتمادی بھی پیدا کی۔ اس نوع کی کارروائیوں سے صاف ظاہر ہے کہ مجاہدین اللہ تعالی کی مدد ونصرت پر یقین رکھتے ہیں۔ دشمن کو نقصان پہنچا کر ہدف ومنزل تک پہنچنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لاتے ہیں، اللہ تعالی ہر قسم کی جہادی امور کی انجام دہی میں ان کی مدد فرمائیں آمین۔

منصوری عملیات کی پہلی کامیابیاں

احمد مختار

رواں ہجری شمسی سال 8 ثور بروز جمعہ اسلامی امارت نے بیرونی غاصبین اور ان کے اندرونی سہولت کاروں کے خلاف منصوری عملیات کا اعلان کیا۔ مذکورہ عملیات کے آغاز سے قبل اسلامی امارت کے سر بکف استشہادی نوجوانوں نے شمال میں واقع 209 شاہین فوجی چھاؤنی پر کامیاب حملے کر کے شمال کی مزدور انتظامیہ کے تمام تر فوجی ساز و سامان کو تباہ کر کے رکھ دیئے۔

209 شاہین فوجی چھاؤنی شمال کی نو صوبہ جات کے لیے ایک نہایت اہم فوجی چھاؤنی ہے جو وزارت دفاع سے قبل شمال کے تمام صوبوں کے لیے فوجی ساز وسامان یہاں سے ہی تیار کر کے بھیجے جاتے ہیں۔ مجاہدین نے بھی کمال مہارت کے ساتھ مذکورہ مرکز کو نشانہ بنا کر ان کے گہرے زخموں کو شمال کے تمام صوبوں میں محسوس کیے گیے۔

شاہین فوجی چھاؤنی پر مجاہدین کے کامیاب حملوں سے دشمن اتنے خوف زدہ اور سہم گیے کہ شمال بھر میں مجاہدین کے خلاف شروع کے گیے آپریشن کو موقوف کر دیا گیا۔

اس خوفناک جہادی وار کے بعد اسلامی امارت نے بیرونی غاصبین اور ان کے داخلی سہولت کاروں کے خلاف منصوری عملیات کا اعلان کیا۔ دشمن ابھی شاہین فوجی چھاؤنی کے زخم بھی نہیں بھولے تھے کہ منصوری عملیات کے اعلان سے ان کے عزائم مزید متزلزل ہو گیے۔ شمال سمیت ملک کے مختلف علاقوں میں بہت سارے فوجی مراکز مجاہدین کے حوالے کیے۔

ابھی تو منصوری عملیات کی ابتداء ہے، دس دن بھی نہیں گزرے کہ مجاہدین نے کامیابیوں پر کامیاں سمیٹی ہیں اور نہایت اہم فوجی مراکز اپنے کنٹرول میں لے لیے ہیں، اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو عنقریب ملک کے طول و عرض میں فتوحات کا نیا سلسلہ شروع ہو گا

ان شاء اللہ۔ افغانستان میں تعینات امریکی افواج کے سربراہ جنرل نیکلسن نے منصوری عملیات کے خلاف رد عمل میں وزارت دفاع کے ساتھ اسے طالبان کے بے فائدہ تبلیغی کوشش قرار دیا لیکن خفیہ طور پر ان عملیات سے نمٹنے کے لیے مکمل طور پر پالیسی مرتب کی ہے۔

سب سے پہلا اقدام یہ کیا کہ ان عملیات کے اعلان کے دن ہی افغانستان میں تعینات امریکی افواج اور ان کے داخلی سہولت کاروں کو بریفنگ دینے کے غرض سے امریکی وزیر دفاع جیمز مٹیس کابل آئے اور وہاں امریکی افواج کے سربراہ جنرل نیکلسن سے خصوصی ملاقات کی۔ دوسرا اہم کام یہ کیا کہ منصوری عملیات کو ناکام بنانے کے لیے صرف ہلمند کے لیے فوج کی 300 نفری بھیجی۔ اس کے بعد افغانستان میں امریکی افواج کو مضبوط بنانے کے لیے اٹلی سے کئی ایف سولہ طیارے بگرام ائیر بیس بھیج دیئے تاکہ مجاہدین کے خلاف مؤثر اقدامات کیے جا سکیں۔

افغانستان سے امریکی فوج کا انخلاء یا برقرار رکھنا ڈونلڈ ٹرمپ کی سربراہی میں وائٹ ہاؤس کے لیے ایک پیچیدہ مسئلہ ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس حوالے سے ٹرمپ نے تاحال کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کہا جاتا ہے کہ منصوری عملیات کی کامیابی کی صورت میں وہ مجبور ہوں گے کہ افغانستان سے اپنی افواج کے انخلاء کی پالیسی پر غور کرے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کو آئے پانچ ماہ ہو گیے ہیں لیکن ابھی تک وہ نہیں اس کے قائل نہیں ہے کہ امریکی افواج کو افغانستان میں رکھے جائیں۔ ان کی تعداد میں کمی یا مکمل انخلاء سے متعلق وہ سوچ رہے ہیں، اگر منصوری عملیات کامیاب ہوئے تو ٹرمپ کو مجبورا اوباما کی طرح اپنی افواج کی مورال مزید گرنے سے بچانے کے لیے انہیں افغانستان سے مکمل انخلاء کا فیصلہ کرنا ہو گا۔ اسلام کے تصور جہاد سے نابلد لوگوں کا خیال ہے کہ افغانستان میں غاصب افواج کے خلاف اسلامی امارت کی جارحانہ پالیسی ہی بیرونی افواج کو یہاں ٹھہرنے کے لیے جواز فراہم کرتا ہے۔ لیکن ان کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے کہ یہ مجاہدین ہی تھے جنہوں نے 48 ممالک کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کیے، اگر آج ان بیرونی ممالک کو یہ علم ہو گیا کہ افغان عوام بیرونی غاصبین کے خلاف جہاد سے صرف نظر کرتا ہے تو یقینا وہ دس سالوں کی بجائے دیگر ممالک کی طرح وہ بھی افغانستان کو اپنا مستقل مستقر بنائیں گے۔ لیکن اللہ نے چاہا تو دشمن کی یہ آرزو کبھی پوری نہ ہو گی اور ان کے خلاف مجاہدین کی کارروائیاں اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان کو ان کے گند سے صاف نہ کیا جائیں۔۔۔۔۔۔ اسی نیک دن کے آمد کا منتظر

ملی اردو کے حضور

فرہاد آتل

کئی دن قبل ایک ویڈیو کلپ دیکھی جس میں ملی اردو کے ایک مونچھڑیوں کہہ رہے تھے:

"ہمارے پاس ٹینک، گولی اور دیگر سامان حرب ہیں لیکن ایمان نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم طالبان پر فوقیت حاصل نہیں کر سکتے۔

کئی دن ہوئے اس مونچھڑ کی باتیں میرے دل و دماغ پر نقش ہیں محو نہیں ہوتے، کبھی کبھار گہرے سوچ وبچار میں ڈوب جاتا ہوں اور پھر اس عسکر سے یوں سوال کرتا ہوں کہ ایمان نہیں ہے تو پھر جنگ کرنے کیوں نکلے ہو؟ مجاہد سے حق جہاد کیوں چھیننا چاہتے ہو؟ کسی طالب یا مجاہد کی منہ سے یہ بات نکلتی تو شاید اتنا اثر نہ دکھاتا جتنا جنگ کی پہلی صف میں بیٹھے ملی اردو کے ایک فوجی کے منہ سے نکلی بات کا اثر ہے۔ در حقیقت جگانے والا جملہ ہے۔

بہت سارے لوگ سوال کرتے ہیں طالبان کیوں لڑتے ہیں اور ملی اردو کے افواج جو افغانی ہیں جنہوں نے ایک روٹی کی خاطر بندوق گلے میں لٹکائی ہے مارتے ہیں؟ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ طالبان کیوں لڑتے ہیں؟ تو طالبان کی جنگ خاکم بدہن افغانوں کے خلاف ہر گز نہیں ہے، طالبان کا موقف ہے کہ صلیبی غاصبین نے ہمارے ملک کو غصب کیا ہے اور اسلامی احکامات کے مطابق جب کوئی کافر ملک مسلمانوں کے ملک پر غاصبانہ حملہ کرتا ہے تو اس مملکت کے باسیوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ طالبان اسی شرعی حکم کے تحت اپنے تن کے خون لیے امریکی ظلم کے مقابلے میں جہاد کرتے ہیں، انکا جہاد کسی طرح بھی افغان یا افغانوں کے خلاف نہیں ہے۔

جی ہاں ! آپ نے امریکہ کے دفاع میں طالبان کے خلاف اسلحہ اٹھا کر امریکیوں سے پہلے ہی طالبان کے خلاف وار کرتے ہو! اگر آج ہی آپ امریکہ کی حمایت کرنا چھوڑ دیں تو اسی دن یہ جنگ طالبان جیت جائیں گے اور وطن بھی آزاد ہو گا! آج امریکیوں نے ہمارے ملک میں جس بربریت کا سلسلہ شروع کیا ہے یہ سب تمہاری حمایت اور کمک سے ہے! اور اس سب کے وبال میں آپ برابر کے شریک ہیں۔ آپ نے بجائے اس کے کہ وطن کا دفاع کرتے بلکہ دفاع کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہو! وطن کی آزادی کے لیے لڑنے والے مجاہدین کو شہید کرتے ہو! تمہیں علم نہیں کہ یہ کس قدر بڑا جرم اور عظیم خیانت ہے؟ آپ بلاشک وشبہ متاع قلیل کی خاطر کفر کی حمایت میں لڑتے ہو۔ یقین کرے تمہاری اس عمل کی بدولت کفر غالب اور اسلام مغلوب ہو گا۔

دو حالتوں میں مسلمان کے لیے مسلمان کے خلاف ہتھیار اٹھانا جائز ہے، پہلا یہ کہ کوئی مسلمان کسی کافر فوج میں شمولیت اختیار کر کے یہ کہے کہ میرا تو کام بس جنگ ہی کرنا ہے، سامنے مسلمان ہو یا کافر اسے مارنے میں کسی طرح کا گناہ نہیں سمجھتا۔ یا یہ کہے کہ میں پرائی فوج کا غلام اور نمک خور ہوں، وہ مجھے کسی چیز کا بھی حکم دیں میں پورا کروں گا چاہے کسی مسلمان کو مارنے کا حکم کیوں نہ ہو، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس صورت میں باجماع یہ شخص کافر ہے اور اپنے عمل کے ذریعے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں، وہ کسی طرح ان رعایات کے حق دار نہیں جو حقوق مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں۔

دوسرا یہ کہ جو شخص آپ کی طرح کافر کے ساتھ یکجا اور ہم صف ہو کر ان کی کامیابی کے لیے طالبان یا اسلامی حکومت کے خلاف لڑتے ہیں، یہ صورت کفر کی انتہائی صورت ہے جس سے آگے کفر کی کوئی اور صورت ہو ہی نہیں سکتی۔

دنیا میں ہر قسم کی گناہ اور نافرمانیاں جو کسی مسلمان سے سرزد ہو سکتے ہیں اور یا ان کے سوچ میں ہوتے ہیں وہ ساری گناہیں تمہارے اس عمل کے مقابلے میں ہیچ ہے کیونکہ آپ نے دشمنان اسلام کے ساتھ اسلام کے خلاف تعاون کیا ہے جو باجماع علماء صریح کفر ہے۔ آپ کی یہ بات کہ ہمارے پاس ٹینک، گولی اور جنگی ساز و سامان ہیں لیکن ایمان نہیں ہے، اسلام کبھی بھی کفر کے ساتھ ایک فیصد محبت بھی جائز نہیں سمجھتا، چہ جائے کہ آپ کی طرح کفر کے ساتھ تعاون کو حرام نہ سمجھے۔ بہتر یہ ہو گا کہ خود کو کفر کے لیے وقف کر کے اس کی دفاع میں اپنا قیمتی خون نہ بہاؤ، اب بھی وقت ہے اسلام دشمن اقدامات پر اللہ کے حضور توبہ کر کے پشیمانی کا اظہار کرو، امریکہ اور ان کے حوارین کے لیے اپنا خون ضائع نہ کریں!

ملا اختر منصور شہید کیا کر گئے..؟!

موسیٰ فرہاد

اسلامی اور عرب دنیا کے نامور مجاہد اور راہ آزادی کے سچے جنگجو عمر مختار نے کہا تھا: "إن الضربات التي لاتقصم ظهرك؛ تقويك" جو ضربیں تمہاری کمر توڑ نہ سکے وہ تمھیں اور مضبوط کرتی ہیں۔

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ نے اپنے صفحات میں ہمیشہ ان چہروں کا تذکرہ اچھی صفات سے کیا ہے جنہوں نے آزادی کی راہ میں کسی ایثار اور فداکاری سے احتراز نہیں برتا۔ اور وہ لوگ تاریخ کے صفحات میں سب سے منحوس اور بدترین لوگ لکھے گئے ہیں جنہوں نے اپنے ملک، اپنی سرزمین، گھر اور ناموس پر جارحیت کے دوران جارح قوتوں کا ساتھ دیا۔ ہمارا ملک تاریخ کی ابتدا ہی سے شدید آزمائشوں کی تاریخ کا حامل رہا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں طبقات کا تذکرہ تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کیا ہے۔

حالیہ سلسلہ جہاد میں جہاں منصور شہید جیسے مومنین امریکی قیادت میں قائم جارح اتحاد کے خلاف جہاد کے لیے کمربستہ ہیں۔ اپنے دین، ناموس اور اپنی سرزمین کے تحفظ اور آزادی کے لیے اپنے جانوں کی قربانی دے رہے ہیں۔ یہ عمر مختار رح کی بات کی زندہ مثال ہے۔ جتنا ان مجاہدین کو مارا گیا اتنا ہی یہ لوگ مضبوط ہوگئے، حقیقت یہ ہے کہ اس راہ کے تمام مسافروں نے اچھا امتحان دیا ہے اور اس میں کامیاب وکامران ٹھہرے ہیں۔ کیوں کہ ملا اختر منصور شہید ملا عمر مجاہد کے بعد ہماری تاریخ کے سب سے روشن باب ہیں۔

وہ اس لیے کہ بہت شدید حالات میں جہادی صف کو سنبھالنے کے معاملات ان کے ذمہ آن پڑے، اس سے قبل امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے دو جانشین پے درپے گرفتار ہوگئے اور بعد ازاں ان میں سے ایک جیل ہی میں شہید کیے گئے۔ اس لیے امارت کی تمام تر ذمہ داریاں امیر المومنین کی جانب سے انہیں دے دی گئیں۔ ایسے حالات میں جب ملک میں بیرونی جارحیت اپنے پورے عروج پر تھی، ایک لاکھ سے زیادہ فوجی یہاں تعینات تھے۔ مجاہدین عسکری، سیاسی، اقتصادی اور انتظامی لحاظ سے ایک غیر یقینی صورتحال کا شکار تھے۔ مگر منصور صاحب نے انتہائی متانت سے انہیں حالات کا مقابلہ کیا اور مجاہدین کو انتظامی لحاظ سے بہت مضبوط کردیا۔ بہت سے ایسے کام کیے جن کا اثر مجاہدین کی صفوں پر ہی نہیں افغان عوام کی زندگی پر بھی اس کے بہتر اور دیرپا اثرات نظر آئیں گے۔

ملا اختر محمد منصور کا سب سے بڑا کارنامہ:

ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ پورے ملک کی سطح پر ایک ایسا نظم وضبط تشکیل دیا جائے جس میں قیادت سے لے کر ایک چھوٹے سے گروپ تک سب اس سے منسلک ہوں۔ سب کو ایک زنجیر کی طرح ایک دوسرے سے پرودیا جائے۔ منظم عسکری تشکیلات کے ساتھ ساتھ ایسے انتظامی پوائنٹ، کمیشنز اور کمیٹیاں تشکیل دیں جن میں سے ہر ایک ایک وزارت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہ امور انجام دینے میں ہر ایک خود مختار اور آزاد ہے۔

اس طرح ایک جہادی صف خود بخود ایک تحریک کے درجے سے اٹھ کر ایک متوازی حکومت کی شکل اختیار کر گئی جس کا اثر عوامی زندگی پر ظاہر ہوا۔

یہ اس لیے کہ اگرچہ مجاہدین ایک امیر کی قیادت میں جہاد میں مصروف تھے، دشمن کے خلاف ان کی جنگ آزادانہ نہ تھی، مگر چونکہ ان کی فعالیت صرف عسکری اور گوریلا تھی اس لیے یہ بات فطری ہے کہ اس طرح کے حالات نظم وضبط کو متاثر کرتے ہیں۔ جس سے عوامی زندگی پر ضرور اثر پڑتا ہے۔

مگر شہید منصور رحمہ اللہ نے ایک لائحہ کی شکل میں دستور بنا کر اس پر عمل درآمد کروایا، جس سے انہیں مجاہدین کی عسکری صفوں، زون، محاذ، قطعات، حلقوں اور بڑے چھوٹے گروپوں کو منظم کرنے کا موقع ملا اس کے بعد دیگر انتظامی اکائیوں کو کمیشن کی شکل میں منظم کیا۔ جیسے سیاسی، عدالتی، سیاسی، معاشی، ثقافتی، دعوتی اور اس طرح کے دیگر کمیشنز۔ تمام صوبوں اور اضلاع کے لیے عسکری ذمہ داران کے ساتھ ساتھ عوامی مسائل سننے کے لیے بھی ذمہ داران کا تعین کیا۔ یہ سلسلہ آج تک ایک متوازی حکومت کی شکل میں چل رہا ہے۔

آج ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات مغربی میڈیا اور کابل انتظامیہ میں موجود کچھ حلقے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اسی فیصد شہری اپنے حقوق یا روزمرہ مسائل کے لیے کابل انتظامیہ کی عدالتوں کی بجائے طالبان کی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ لوگوں کو طالبان کے نظام سے انصاف اور مسائل کے حقیقی حل کی توقع ہوتی ہے مگر کابل انتظامیہ کی کرپٹ عدلیہ سے نہیں۔

جب امارت کی تمام صفوں کو ایک نظم پرودیا گیا اور اس پر عمل درآمد بھی ہونے لگا۔ تو فوراً ہی اس کے اثرات مجاہدین کی کامیابیوں اور عوام کی زندگیوں پر نظر آنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ آج قومی اور عالمی سطح پر امارت اسلامیہ کو ایک آزاد، خود مختار، منظم اور باصلاحیت اور افغانستان کے نمائندہ نظام کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ منصور شہید رحمہ اللہ کی جدت طرازی اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ اور یہ ان کا ایسا کارنامہ جس کی وجہ سے آج امارت اسلامیہ اور قوم کامیابی کی دہلیز تک پہنچے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان شاء اللہ

ٹرمپ کو کابل کی حمایت سے کیا ملے گا؟

عابد

واشنگٹن ٹائمز کے حالیہ تبصرے پر نظر پڑنے سے قبل ہی درجہ بالا عنوان میرے ذہن میں تھا۔ عنوان کے انتخاب کے بعد معنون کے لکھتے ہی اس امریکی میڈیا ادارے کی رپورٹ پر نظر پڑ گئی۔ حالانکہ میں اس کشمکش میں تھا کہ تحریر کے آغاز میں کابل حکومت کو "امریکی کٹھ پتلی" کہوں تو شاید بہت سے لوگ مطلب سمجھنے سے پہلے ہی مجھے متعصب اور تنگ نظر سمجھیں گے۔ مگر واشنگٹن پوسٹ نے میری ساری الجھن دور کر دی، انہوں نے لکھا تھا کہ "دنیا کے بہت سے ممالک اور تنظیمیں ریاستہائے متحدہ امریکا کو دیکھتے ہوئے حیران ہیں اور انہیں سمجھ نہیں آ رہی کہ امریکا کی کونسی مصلحت اور کونسا مفاد ہے جو اب تک کابل انتظامیہ سے وابستہ ہے جس کی وجہ سے وہ اس راندہ درگاہ حکومت کی مسلسل حمایت کر رہا ہے اور اب بھی اپنے اتحادیوں، حکومتوں اور اپنے حلیفوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ اس باب میں مزید کسی شرم وحیا کا احساس کیا جاتا امریکا اب بھی مزید فوج بھیجنے کی باتیں کر رہا ہے۔

"ملٹر ٹائم" امریکی میڈیا نے پینٹاگون کے ایک اعلی عہدیدار کی زبانی نہ ظاہر کرنے کی شرط پر بتایا کہ امریکی حکومت مزید 3 تا 5 ہزار امریکی فوجیوں کے بھیجنے پر غور کر رہی ہے، سب سے پہلے 300 امریکی بحری میرینز ہلمند بھیجے ہیں۔ ان فوجیوں کے ہلمند پہنچتے ہی مزید 1700 فوجیوں کے بھیجنے کی باتیں کی جارہی تھیں، اور اب میڈیا نے 5000 فوجیوں کے آنے کی خبر دے دی ہے۔

افغانستان میں امریکا کی ناکام جنگ کے سالانہ اخراجات 128 ملین ڈالر ہیں جو روزانہ 300 ملین ڈالر ہیں۔

یہ بے مقصد حمایت اور خود امریکا میں بہت سی تنظیموں، ترقیاتی اداروں، پبلک تنظموں اور خود امریکی عوام اس بات پر مجبور ہو گئی ہے کہ اس حوالے سے اپنی آواز بلند کریں۔ اور میڈیا کے ذریعے حکومت کو ان حرکتوں سے روکیں، یہی وجہ ہے کہ امریکی میڈیا میں دو ہفتوں سے اس حوالے تبصرے اور تحریریں شائع کی جارہی ہیں۔ اور بالآخر واشنگٹن ٹائمز کے حالیہ شمارے نے صراحت کر دی اور ٹرمپ انتظامیہ کو خبردار کیا کہ اگر اس کام سے دستبردار نہ ہوئی تو اس کے برے نتائج کی ذمہ دار وہ خود ہوگی۔

واشنگٹن پوسٹ لکھتا ہے: نئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ امریکا کے ایک 15 سالہ غیر مفید اور غیر قانونی جنگ کے وارث ہیں۔

اس جنگ کی سالانہ لاگت 128 ارب ڈالر ہے جس کا روزانہ اوسط 300 ملین ڈالر ہیں۔ روزنامہ لکھتا ہے کہ ٹرمپ قانونی طریقے سے اس جنگ سے خود کو بچا سکتا ہے۔ کیوں کہ ریاستہائے متحدہ امریکا کے آئین کے 11ویں شق کے مطابق جنگ لڑنے یا ختم کرنا کانگریس کے ارکان کی ذمہ داری ہے۔ ٹرمپ کو چاہیے کہ افغانستان سے اپنی فوجیں نکال لے، افغان حکومت کرپٹ اور ناقابل اعتماد ملک ہے۔ اس کے انتخابات وسیع پیمانے پر دھاندلی کے شکار رہے۔

روزنامہ لکھتا ہے: ہماری افغان انتظامیہ کرپٹ، ناقابل اعتماد، قبائلی، گروپوں میں تقسیم، وحشی اور قابل نفرت ہے۔ افغان فوج کی صفیں خیالی سپاہیوں سے بھری گئی ہیں۔ نشہ آور اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ افغان عوام کی وفاداری محدود ہے، قومی وفاداری امریکا کو حاصل نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف بیرونی جارحیت کے خلاف متحد ہیں۔

روزنامہ یہ بھی لکھتا ہے: افغانستان کی جنگ میں ویت نام کی طرح کامیابی کے امکانات نہیں ہے اور سولہ سال تک ایک اندھے سرنگ میں چلتے رہنے کے بعد بھی غار کے آخر میں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

روزنامہ امریکی عوام کے غم وغصہ کو تعبیر دیتے ہوئے لکھتا ہے: افغانستان ایک عام سے امریکی فوجی کے ہڈیوں کی قیمت بھی نہیں رکھتا، ہماری مسلح افواج کے انخلاء سے امریکا کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، ٹرمپ اگر افغانستان میں ہماری مصروفیت کا خاتمہ کر جاتا ہے تو یہ نوبل انعام کا حق دار ہوگا۔ اوباما کے 2009 کے مڈل کی طرح نہیں جس نے امن کا مذاق اڑایا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ "انٹرنیشنل کرائسس منیجمنٹ" نے بھی اپنی حالیہ رپورٹ میں کابل انتظامیہ کو کرپٹ، قبائلی اور بے اعتماد ادارہ قرار دیا تھا۔ دوسری طرف امریکا کی جانب سے افغانستان میں تعمیر نو اور مصارف کی نگرانی کرنے والے ادارے سیگار نے واضح طور پر کہا کہ: "ٹرمپ افغانستان میں مزید فوج بھیج رہا ہے اور وہاں کامیابی بھی یقینی نہیں ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ افغانستان میں منشیات کے خلاف موثر پالیسی بنائی جائے۔

نیویارک ٹائمز بھی اپنے حالیہ اداریہ میں لکھتا ہے کہ ٹرمپ اب ایسے حالات میں جنگ سے امید لگائے بیٹھا ہے جب خود ہی 2013 ہی میں انہوں نے افغانستان کی جنگ کو امریکی فوج اور عوام کی دولت کا نقصان قرار دیا تھا۔

ٹرمپ اور اس کی انتظامیہ اگر اس کے باوجود بھی تمام تر تلخ مگر واضح سچے حقائق کے باوجود جنگ پر ہی اصرار کرتی ہے تو انہیں کابل انتظامیہ کی حمایت کر کے کیا حاصل ہو جائے گا۔ حالانکہ طالبان ماضی کی بنسبت ان کے مقابلے میں زیادہ حساس ہو گئے ہیں۔ اور رواں سال کو تمام بیرونی جارحیت پسندوں کے لیے خونی قرار دیا ہے۔

جنگی جرائم (مارچ 2017)

سید سعید

رواں سال 2017 2 مارچ کو رات کے وقت صوبہ زابل ضلع ارغنداب کے اگلی بازار کے قریب ملخیل کے گاوں میں جارحیت پسندوں کی فضائی بمباری میں دو خواتین، نو مرد اور دو بچے زخمی ہو گئے۔

3 مارچ کو زابل ضلع ارغنداب کے علاقے کلاگی میں جارحیت پسندوں کے ڈرون حملے میں ایک گاڑی تباہ ہو گئی، جس میں سوار ایک فرد شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔

3 مارچ ہی کو میدان وردگ ضلع چک میں عربانو کے علاقے میں کنجنتو پہاڑ میں تین افراد شہید کر دیے جو اس وقت وہاں شکار کھیلنے گئے تھے۔

3 مارچ ہی کو تخار ضلع رقد کے علاقے قمذر میں جارحیت پسندوں نے بی باون طیارے کے حملے میں دو بچوں سمیت پانچ افراد شہید جبکہ 7 زخمی کر دیے۔

3 مارچ ہی کو ضلع فراہ رود کے ژڑ اخند زادہ زیارت، تبہ سعادت، تودنگ، سپانزئی اور بازار کے قریب واقع غٹ کلی کے علاقوں میں جارحیت پسندوں اور داخلی فوجیوں کے حملوں میں خواتین اور بچوں سمیت 15 افراد شہید اور 23 زخمی ہو گئے ہیں۔ 3 مارچ بہت خونی دن تھا، اس دن اور رات کو جارحیت پسندوں اور داخلی فوجیوں کی بمباریوں اور گولہ باری میں 68 افراد شہید اور زخمی ہوئے۔

4 مارچ کو قندہار ضلع میوند کے بند تیمور کے علاقے میں جارحیت پسندوں نے داخلی فوجیوں کی مدد سے چھاپہ مارا، لوگوں پر تشدد کیا، لوگوں کے نقلی وسائل کو جلایا اور 8 افراد کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

5 مارچ کو زابل ضلع ارغنداب میں الدی تنگی میں جارحیت پسندوں کی بمباری میں دو مزارع شہید ہو گئے۔ حملہ اس وقت کیا گیا جب مذکورہ افراد اپنی زمینوں میں کام کر رہے تھے۔

5 مارچ کو بلخ ضلع البرز میں علاقے سردرہ میں داخلی فوجیوں کے چھاپے کے دوران ایک مسجد پر بمباری کر ڈالی اور 17 افراد پر تشدد کر کے انہیں گرفتار کر کے لے جایا گیا۔

6 مارچ کو غزنی ضلع مقر کے علاقے جمبرانو میں کمانڈر ظاہر کے اربکیوں نے ایک عام شہری کو شہید اور ایک دوسرے شہری کو زخمی کر دیے۔

6 مارچ ہی کو اروزگان مرکز ترینکوٹ میں داخلی فوجیوں نے ریڈیو چینل "پیوستون" کے صحافی سردار ولی سمسور کے والد کو شہید کر دیا۔

9 مارچ کو قندوز ضلع چارہ درہ کی سڑک بالا عیسی خیل کے علاقے میں ایک گاڑی پر ڈرون حملہ کر دیا۔ نشانہ بنائی گئی گاڑی 6 قبائلی رہنما سوار تھے جو اس حملے میں موقع پر ہی سب شہید ہو گئے۔

10 مارچ ہی کو زابل ضلع شاجوئی کے علاقے کرباغو میں مقامی فوجیوں نے ایک عام شہری اور اس کے نو سالہ بچے کو اس وقت شہید کر دیا جب دونوں موٹر سائیکل پر سوار تھے۔

11 مارچ کو صوبہ فاریاب ضلع شیرین تگاب کے مضافات میں داخلی فوجیوں نے پہلے ایک عام شہری کے پہلے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے پھر اسے شہید کر دیا۔

12 مارچ کو صوبہ زابل ضلع ارغنداب میں کوچیانو کے گاوں میں داخلی فوجیوں نے گاوں کے ایک فرد عبدالرازق کو شہید کر دیا۔

12 مارچ ہی کو قندوز کے مضافاتی علاقے لوی کنم میں جارحیت پسندوں نے چھاپے کے دوران تین افراد کو شہید کر دیا۔

13 مارچ کو پکتیکا کے ضلع ارگون کے علاقے درہ میں جارحیت پسندوں نے جنازے کے مراسم پر بمباری کر دی، اس بمباری میں تیرہ افراد شہید اور پانچ زخمی ہو گئے۔

14 مارچ کو بادغیس ضلع جوند کے علاقے اللہ یار میں کمانڈر گل احمد کی قیادت میں اربکیوں نے عام لوگوں کے 85 گھروں کو آگ لگادی، ان جلائے گئے گھروں کے مالکان نے ضلعی مرکز سے پناہ کی درخواست کی ہے۔

15 مارچ کو جارحیت پسندوں نے داخلی فوجیوں کے تعاون سے قندوز ضلع چہار درہ کے قریہ یتیم کے علاقے پر چھاپہ مارا، عینی شاہدین کے مطابق جارحیت پسندوں نے گھروں کی تلاشی کے بعد علاقے پر بمباری کر دی جس میں 6 افراد شہید اور 15 زخمی ہو گئے۔

17 مارچ کو قندہار ضلع میوند کے کلان کچہ میں شادی کے مراسم پر جارحیت پسندوں نے بمباری کر کے دولہا سمیت 6 افراد شہید کر دیے۔ عینی شاہدین کے مطابق جارحیت پسندوں نے 10 افراد گرفتار کر کے قید کر دیے اور ایک مسجد بموں سے اڑادی۔

19 مارچ کو صوبہ فاریاب ضلع شیرین تگاب کے علاقے تور گل میں اربکیوں نے ایک شہری محمد حسن کو شہید کر دیا۔

22 مارچ کو میڈیا نے خبر دی کہ صوبہ فراہ کے مرکز اور ضلع بالابلوک کے درمیان واقع علاقے کنسک میں داخلی فوجیوں نے شہریوں کے 200 گھر بلڈوزر سے گرا کر تباہ کر دیے۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ یہ گھر اس وقت تباہ کیے گئے جب لوگوں کو گھروں سے اپنا سامان نکالنے کی بھی اجازت اور موقع نہیں دیا گیا۔

24 مارچ کو طلوع ٹیلی ویژن نے خبر دی کہ ہلمند میں لوگ سنگوریانو ملیشیا سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ لوگوں کے مطابق یہ ملیشیا لوگوں کے اغواء، چوری، قتل اور دیگر جرائم میں ملوث ہے۔ خبر میں کہا گیا ہے کہ حکومت اور خصوصا برطانوی فوج اس ملیشیا کو مسلح کرتے ہیں۔ یہ ملیشیا سابقہ کمیونسٹ جنرل جبار نے بنایا تھا۔ اس کی قیادت بھی جنرل جبار کے ہاتھ میں ہے۔ خبر کے مطابق اس ملیشیا میں ملا منان نیازی کے مسلح افراد بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ مل کر طالبان کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ مگر یہ ملیشیا جہاں بھی طالبان کے خلاف لڑنے نکلے ہیں عوام کے ساتھ انہوں نے انتہائی برا سلوک کیا ہے۔

24 مارچ ہی کو تخار کے مرکز تالقان کے چشمہ شیر علاقے میں مقتدر نام کے اربکی کمانڈر نے ایک مجلس کے دوران تین بوڑھے افراد کو شہید اور چار کو فائرنگ کر کے زخمی کر دیا۔

24 مارچ ہی کو ننگرہار ضلع مہمندرہ کے علاقے باسول میں اربکیوں نے ایک بچہ کو شہید کر دیا۔

26 مارچ کی شام کو فراہ ضلع بالابلوک کے علاقے شیوان میں داخلی فوجیوں نے مارٹر حملے میں ایک مسجد تباہ کر دی جس میں موجود ایک نمازی گل احمد شہید جبکہ بقیہ پانچ نمازی زخمی ہو گئے۔

27 مارچ ہی کو ہلمند ضلع سنگین میں چینی ماندہ کے علاقے دشت میں جارحیت پسندوں نے ڈرون حملے میں تین افراد شہید کر دیے۔

29 مارچ ہی کو ننگرہا ضلع خوگیانو کے علاقے وزیرو میں جارحیت پسندوں نے داخلی فوجیوں کے تعاون سے چھاپے مارے، چھاپے کے بعد جارحیت پسندوں اور طالبان کے درمیان جنگ ہوئی جس میں دونوں فریقین کو جانی نقصان ہوا۔ جنگ کے بعد جارحیت پسندوں نے لوگوں کے گھروں پر بمباری کی، علاقے کے لوگوں نے میڈیا کو بتایا کہ اس علاقے میں ہونے والی بمباری میں 30 اراد شہید اور زخمی ہو گئے ہیں۔

31 مارچ کو بی بی سی نے خبر دی کہ اروزگان ضلع ترینکوٹ کے مضافات مہر آباد میں جارحیت پسندوں نے ایک فضائی حملے میں دو خواتین اور تین بچے شہید جبکہ 8 افراد زخمی ہو گئے ہیں۔

31 مارچ کی شام کو فراہ ضلع بالابلوک کے علاقے شیوان میں داخلی فوجیوں کی فائرنگ میں ایک بچہ شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔

ماخذ: بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامی اژانس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ٹکی آسیا، بینوا ویب سائٹس

افغانستان مارچ 2017 میں

احمد فارسی

نوٹ: اس تحریر میں صرف وہ واقعات اور خبریں جمع کی گئی ہیں جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے اور ان تمام واقعات کے متعلق اعتراف میڈیا پر موجود ہے۔ یاد رہے، دشمن ہمیشہ واقعات کی تراش خراش کرتا ہے اور عوام کے لیے ان خبروں کا اعتراف کرتا ہے جو یاد رکھنے کے چنداں قابل نہیں ہوتے۔ حقائق کی تلاش اور دشمن کے جانی ومالی نقصانات کے اعداد وشمار جاننے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ کرنا نہ بھولیں۔

جارح دشمن کو مارچ کے مہینے میں مجاہدین کے بھاری حملوں کا سامنا رہا جس کی وجہ سے اسے بے پناہ جانی ومالی نقصان ہوا۔ اگرچہ دشمن نے گذشتہ ماہ میں اپنے صرف ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا تھا مگر تحریر کے اگلے حصے میں یہ واضح ہوجائے گا کہ ہلاکتوں کی صحیح تعداد کیا ہے۔

3 مارچ کو مجاہدین نے ننگرہار میں جارحیت پسندوں کے اڈے کے دروازے پر دھماکہ کیا جس میں 4 بیرونی فوجی اہلکار مارے گئے۔ 11 مارچ کو خوست میں جارحیت پسندوں کے عسکری اڈے ورودی کے گیٹ پر بم دھماکے کیے گئے جس کے بعد مجاہدین اس اڈے میں داخل ہوگئے اور دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان سے دوچار کیا۔ میڈیا نے اب تک اس واقعے کے اعتراف سے احتراز کیے رکھا ہے۔ 14 مارچ کو ایک بار پھر امریکی فوجی جلال آباد شہر کے قریب مجاہدین کے حملے کی زد میں آگئے۔ اور بڑے پیمانے پر جانی ومالی نقصان سے دوچار ہوگئے۔ 21 مارچ کو امریکی وزیر دفاع نے اعتراف کیا کہ لوگ میں ان کا ایک فوجی ہلاک ہوچکا ہے۔ 30 جون کو ننگرہار ضلع خوگیانو میں جارحیت پسندوں کے نائٹ آپریشن سے مجاہدین کا سامنا ہوگیا۔ جس میں 5 صلیبی جارحیت پسند مارے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ کابل انتظامیہ کے 21 فوجی ہلاک ہوگئے۔ اگرچہ اس مہینے میں جانی ومالی نقصانات کی صحیح تعداد معلوم نہیں کی جاسکی۔

مگر یہاں مثال کے طور پر ہلمند ضلع سنگین سے حاصل ہونے والی غنیمتوں کے بارے میں بات کریں گے۔ اس ضلع میں 30 ٹینک، 30 گاڑیاں، 8 ٹریکٹر، 1 بلڈوزر، 9 بجلی کے جنریٹر، سینکڑوں میل ہلکا اور بھاری اسلحہ اور ہزاروں کی تعداد میں بھاری وہلکے اسلحہ کی گولیاں غنیمت کے طور پر مجاہدین کو ملیں۔

یہ ان ملینوں مالی نقصان کے علاوہ ہے جو مجاہدین کے سینکڑوں حملوں میں ان کے گھر کے اندر ان کے کٹھ پتلی فوجیوں کو پہنچایا گیا ہے۔

کٹھ پتلی دشمن کو ہونے والے نقصانات:

4 مارچ کو ہلمند کا ایک رکن اسمبلی مجاہدین کے گوریلا حملوں کے گروپ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اسی روز قندہار ضلع سپن بولدک کے پولیس چیف ایک ٹریفک واقعے میں ہلاک ہوگئے۔ 15 مارچ کو مجاہدین نے پل سفید کے علاقے میں پولیس کی ایک پوسٹ پر حملہ کردیا، جس میں کابل زون 8 کا سیکیورٹی افسر اپنے 5 اہلکاروں سمیت ہلاک ہوگیا۔ 27 مارچ کو میدان وردگ کے ظالم اربکی کمانڈر کی بھی ہلاکت ہوگئی جس کے مظالم سے وردگ کے تمام عوام تنگ آگئے تھے۔ بالآخر مجاہدین کے ایک گوریلا حملے میں ہلاک ہوگیا۔

اس کے علاوہ سینکڑوں فوج، پولیس اور دیگر مختلف ناموں سے کام کرنے والے صلیبی مزدور اسی ماہ کے دوران فتوحات کے تیز ترین سلسلے میں ہلاک ہوگئے جس کے صحیح اعداد وشمار حالات کی پیچیدگی کے باعث میسر نہ آسکے۔

ناٹو کو مجاہدین کا انتباہ:

یکم مارچ کو جارحیت پسند ناٹو کے کمانڈر جنرل کے اس بیان "ناٹو طالبان کو ایک اور موقع دیتی ہے کہ اپنے موقف میں تبدیلی لے آئیں ورنہ ملا عبدالسلام کی طرح انہیں بھی شہید کردیا جائے گا" پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کے ترجمان نے انتباہ دیا کہ افغانستان کے معاملات میں مداخلت کرکے ناٹو خود کو انگریزوں اور روسیوں کے جیسے مستقبل سے دوچار نہ کرے۔ شہادت مجاہدین کا مقصد اور ہدف ہے اور اس کی تلاش میں یہ لوگ بہت شوق سے نکل پڑتے ہیں، کفار شہادت کے پیاسوں کو شہادت سے ڈرا نہیں سکتے۔

مجاہدین کی صفوں میں دشمن کے افراد کی شمولیت:

مارچ کے مہینے کے دوران امارت اسلامیہ کے جلب وجذب کمیشن کی کوششوں سے کٹھ پتلی انتظامیہ کے بہت سے افراد اور کارکن امارت اسلامیہ کے شرعی موقف کو سمجھنے کے بعد مجاہدین سے مل گئے۔

اس حوالے سے تفصیلی رپورٹ الامارہ ویب سائٹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مگر مشت نمونہ از خروارے کے طور پر صرف چند واقعات کا ذکر کریں گے۔

7 مارچ کو غزنی ضلع گیلان میں ایک پوسٹ جس میں کمانڈر اور 7 فوجی موجود تھے اجتماعی طور پر مجاہدین کے آگے ہتھیار ڈال گئے، 18 مارچ کو لوگ ضلع ازرہ میں 30 علاقائی اربکی مجاہدین سے مل گئے۔ 24 مارچ کو فاریاب جمعہ بازار میں ایک کمانڈر اپنے 17 فوجیوں کے ساتھ مجاہدین سے مل گیا۔ 29 مارچ کو قندوز خانہ آباد میں 50 افراد کا گروپ جو مختلف عہدوں اور ذمہ داریوں پر دشمن کے ہاں کام کررہے تھے انہوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ اس سے ایک روز قبل بھی ہلمند ضلع گرم سیر میں 11 پولیس اہلکار مجاہدین سے مل گئے۔

عمری آپریشن:

عمری آپریشن مارچ کے مہینے میں بھی جاری رہا، یکم مارچ کو کابل شہر میں مجاہدین کے تین بڑے حملے ہوئے جس میں ایک حربی یونیورسٹی یا ادارہ قومی سلامتی کے جلب وجذب کے دفتر پر ہوا، دوسرا حملہ کابل شہر کے چھٹے زون میں اور تیسرا حملہ 241 ویں سیکیورٹی قطعے پر ہوا، ان تین حملوں کے دوران دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان ہوا، اسی روز بغلان کے بالا برفک کا ضلع مجاہدین اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے درمیان ہونے والی شدید لڑائی کے بعد مجاہدین کے ہاتھوں میں آگیا۔ اس کے بعد 2 مارچ مجاہدین نے لغمان مرکز میں تین اہم چیک پوسٹوں سے دشمن کو بھاگنے پر مجبور کردیا۔ تین مارچ کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے جلال آباد میں جارحیت پسندوں کے عسکری اڈے کے دروازے پر ہونے والے حملے میں چار افراد ماردیے۔ 5 مارچ کو قندہار کے مختلف حصوں میں 12 پوسٹیں فتح ہوگئیں۔ خبروں میں بتایا گیا ہے کہ اس جنگ میں دشمن کے 39 فوجی اور پولیس مارے گئے اور 35 افراد مجاہدین سے مل گئے۔ 7 مارچ کو میڈیا نے لکھا کہ قندہار ضلع نیش کا بازار مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔ 11 مارچ کو خوست میں جارحیت پسندوں کے اڈے کے انٹری گیٹ پر بھی شدید دھماکہ ہوا۔ کچھ مجاہدین اڈے میں داخل ہوگئے اور اندھادھند فائرنگ میں کئی بیرونی فوجیوں کو مارڈالا۔

15 مارچ کو مجاہدین نے کابل کے پل سفید میں پولیس چیک پوسٹ پر حملہ کردیا۔ جس میں زون سیکرٹری سمیت 5 افراد دیگر ہلاک ہوگئے۔ اس کے بعد 17 مارچ کو خوست کے ضلع صبری پر مجاہدین نے حملہ کردیا۔ جس میں دشمن کے درجنوں افراد ہلاک ہوگئے۔ 20 مارچ کو اروزگان کے مرکز میں افغان فوج کا ایک کیمپ مجاہدینے کے قبضے میں آگیا۔ ہلمند پر ایک بار پھر بھاری بموں سے کیا گیا۔ ضلع گریشک کے دوسرہ میں دشمن کے اڈے پر کیا گیا۔ یہ حملہ دشمن کے لیے ناقابل نقصان کا باعث رہا۔ 23 مارچ کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کئی ماہ لڑائی کے بعد سنگین کا اہم اور اسٹریٹجک علاقہ پکڑا گیا۔ اس جنگ میں دشمن کی ایک بہت بڑی کانوائے جس میں 5000 افرد شامل تھے، درجنوں موٹر سائیکل، بکتر بند گاڑیاں اور بھاری جانی ومالی نقصان اٹھا کر کانوائے واپس فرار ہوگیا۔

مجاہدین کے بہادرانہ حملوں کے سلسلے میں 28 مارچ کو قندہار کے مختلف علاقوں پر کارروائیاں کی گئیں۔ جس کے نتیجے میں دو پوسٹیں خاکریز میں اور ایک پوسٹ شاہ ولیکوٹ میں فتح ہوگئی۔ اس جنگ میں دشمن کے 4 فوجی ہلاک اور 5 زخمی ہوگئے۔

عوام کو ہونے والے نقصانات اور ان پر ہونے والے مظالم:

حال ہی میں سوشل میڈیا پر کچھ ایسے شواہد اور معلومات پھیل گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام اور وزارت دفاع کے اہلکاروں کو مارنے میں کٹھ پتلی انتظامیہ اور ان کے بیرونی آقا ملوث ہیں۔ 6 مارچ کو اشرف غنی نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے مزید کہا کہ بیرونی فوجی عوام کو اس لیے مارتے ہیں کیوں کہ طالبان بیرونی فوجیوں کو مارتے ہیں۔ یعنی ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ طالبان اگر غیر ملکی افواج سے لڑتے ہیں تو وہ عوام کو ماریں گے اور یہ ان کا کوئی غلط اقدام بھی

نہیں ہے۔ دوسری طرف جارحیت پسندوں کے ایک گروپ نے اعتراف کیا ہے کہ ان کا مقصد عوام اور بے گناہ شہریوں کو مارنا ہے۔ اور اس مارنے میں انہیں مزہ آتا ہے۔

مارچ میں ہونے والے نقصانات کے سلسلے میں اس ماہ شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق 3 مارچ کو جارحیت پسندوں نے زابل ضلع ارغنداب میں ایک گاوں پر فضائی حملہ کر دیا۔ جس میں 14 افراد ہلاک ہوگئے۔ اس کے ایک روز بعد فاریاب ضلع فراہ میں افغان آرمی کی فضائی بمباری میں 14 بے گناہ شہری شہید ہوگئے۔

10 مارچ کو بیرونی جارحیت پسندوں نے قندوز ضلع چاردرہ میں قومی رہنماوں کے ایک جرگے پر حملہ کر دیا جس میں 6 افراد شہید ہوگئے۔ اسی روز سوشل میڈیا پر تصاویر پھیل گئیں کہ افغان آرمی کے اہلکاروں نے لوگوں کے خلاف مساجد میں مورچے بنالیے ہیں اور مقدس مقامات کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

14 مارچ کو جارحیت پسندوں نے پکتیکا ضلع ارگون میں جنازے کی ادائیگی کے لیے جمع ہونے والے لوگوں پر بمباری کر دی جس کی وجہ سے 13 افراد شہید ہوگئے اور 5 زخمی ہوگئے۔ دو روز بعد ایک بار پھر چاردرہ پر جارح دشمن نے بمباری کی جس میں خواتین اور بچوں سمیت ایک ہی خاندان کے 9 افراد شہید ہوگئے۔ 18 مارچ کو قندہار ضلع میوند میں امریکی فوجیوں نے چھاپہ مارا جس میں 5 افراد شہید ہوگئے۔ 28 مارچ کو ہلمند ضلع سنگین میں ایک ہی خاندان کے 4 افراد جارحیت پسندوں کی بے رحمانہ بمباری سے شہید ہوگئے۔

عوام اور شہریوں کے نقصانات کے حوالے سے الامارہ ویب سائٹ پر تفصیلی معلومات پڑھی جاسکتی ہیں۔

نفوذی حملے:

جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں پر نفوذی حملوں کا سلسلہ مارچ میں ایک بار پھر مضبوط ہوگیا۔ 19 مارچ کو ایک نفوذی فوجی نے ہلمند کے شوراب فوجی اڈے میں جارح فوجیوں پر حملہ کر دیا۔ اور موصول ہونے والی رپورٹوں کے مطابق 5 افراد ہلاک اور 3 زخمی ہوگئے۔

بے کار پرزوں کا دوبارہ استعمال:

جان کیری کے ہاتھوں بننے والی انتظامیہ اول روز سے قومی، لسانی، جماعتی اور علاقائی اختلافات کا شکار ہے۔ یہ اختلافات دن بدن شدید ہوتے جارہے ہیں۔ اب ایک جانب کٹھ پتلی انتظامیہ کے سربراہ اور چیف ایگزیکٹو کے درمیان اور دوسری طرف ان کے اور ان کے سینیئر سیکرٹری کے درمیان اختلافات اپنے عروج پر ہیں۔ اشرف غنی ان اختلافات سے نکلنے کے لیے ہر تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے سیکیورٹی امور میں اپنے خاص مشاور کے طور پر امر اللہ کا تقرر کر دیا ہے جو ایک سابقہ چلا ہوا پرزا ہے۔ اشرف غنی کی حالیہ کوششیں ظاہر کر رہی ہیں کہ امریکا کا بنایا ہوا ادارہ اب مزید ناکارہ ہوچکا ہے۔

امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقے:

23 مارچ کو امارت اسلامیہ کے ثقافتی کمیشن کے طویل غور و فکر اور تجزیہ کے بعد شواہد اور ثبوتوں کی بنیاد پر پورے ملک میں ان علاقوں کے بارے میں جن میں امارت اسلامیہ کی حکومت قائم ہے ایک رپورٹ تیار کی گئی ہے۔ اس رپورٹ میں ان علاقوں کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں جو مکمل یا جزوی طور پر مجاہدین کے زیر اقتدار ہیں۔

تعلیمی اداروں اور مساجد کا بطور بنکر استعمال:

حالانکہ کٹھ پتلی انتظامیہ بلاکسی دلیل وثبوت کے مجاہدین پر یہ الزام لگاتی ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ سے جنگ کے دوران مجاہدین تعلیمی اداروں یا مساجد کا استعمال کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر ایسی تصاویر اور ویڈیوز پھیل گئی ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ کابل انتظامیہ کے فوجی تعلیمی اداروں اور مساجد کو جنگی مورچے اور بنکر کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر میدان وردگ ضلع سید آباد میں اوتری کی مسجد کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بغلان کے سکول پرنسپل کا یہ اعتراف بھی قابل ذکر ہے کہ کابل انتظامیہ کے اہلکار مکاتب کا بطور پر مورچہ استعمال کرتے ہیں۔

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	عام لوگوں کی جانی
1-	قندہار	32				36	10	16	1	6	
2-	ہلمند	103	3	1	2	219	191	49	3	4	3
3-	غزنی	17				18	11	6	1	2	
4-	خوست	12				18	24	2	2	9	
5-	نورستان	31				46	35	16	1	5	
6-	میدان وردگ										
7-	کونڑ	15				11	9	7	0	1	
8-	پکتیکا	8				4	2	2	0	0	
9-	زابل	7				5	3	1	0	0	
10-	لوگر	21				47	45	10	4	5	
11-	کاپیسا	42				5	9	2	0	0	
12-	روزگان	28				51	40	13	0	3	
13-	پکتیا	22				41	52	8	1	5	
14-	فراہ	3				3	3	0	0	0	
15-	کابل	6				13	9	4	0	0	
16-	ننگرہار	6				5	9	0	0	1	
17-	لغمان	16				10	14	5	0	0	
18-	ہرات	31				34	30	5	0	0	
19-	نیمروز	12				12	13	3	1	1	
20-	بادغیس	12				17	23	5	0	0	
21-	قندوز										
22-	بغلان	4				5	7	2	0	0	
23-	فاریاب	9				7	10	4	0	0	
24-	غور	8				8	3	1	1	0	
25-	پروان	4				14	8	9	0	0	
26-	تخار	6				7	2	0	0	0	
27-	سمنگان										
28-	بدخشان	2				5	10	2	0	0	
29-	بامیان										
30-	بلخ	1				3	0	1	0	0	
31-	جوزجان	3				7	7	0	0	0	
32-	دائی کنڈی	2				2	4	0	1	2	
33-	سرپل										
34-	پنجشیر										
	مجموعہ	463	3	1	2	653	583	173	16	44	3

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
6th Year May 2017

اعلائے کلمۃ اللہ اور امت کی سربلندی

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کے قافلہ جہاد کے کچھ سرفروش (شہداء) تو وہ ہیں، جنہوں نے اپنے اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دکھایا ہے۔ کچھ وہ ہیں، جو امت کی خاطر فتح یا شہادت کے انتظار میں رات بھر مصلے پر گزار دیتے ہیں اور ان کا دن تلواروں کے سائے میں گزرتا ہے۔ تصویر میں نظر آنے والے اللہ کے پراسرار غازیوں کی مختصر سی زندگی ایک ہی مقصد کے گرد گھومتی ہے:

اعلائے کلمۃ اللہ اور امت مسلمہ کی عزت و سربلندی!